# تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

## نظامِ تعلیم کی بنیاد

آج کا حال یہ ہے کہ جتنا پڑھا لکھا انسان ہے اتنا ہی وہ ڈرنے کے قابل ہے۔ آج پوری دنیا میں پڑھے لکھے بھیڑیوں کا راج ہے۔ ایسے بھیڑیوں کا جو دوسرے کے جسموں سے کپڑے اتار لیتے ہیں تاکہ اپنی دلدار کو پہنائیں جو دوسرے کے بچوں اور یتیموں کے بچوں کے آگے سے کھانا اس لئے چھین لیتے ہیں کہ ان کے کتوں کا پیٹ بھر سکے۔ بد دیانتی، خود غرضی، مطلب پرستی، نفس پرستی پر آج کے پورے نظامِ تعلیم کی بنیاد ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

Rs. 7

۱۰/مئی ۲۰۰۶ء


Postal Regd.No.LW/NP/63/2006to2008
R.N.I. No.UP. Urd/2001/6071
25 March, 2006
Vol. No.5 Issue No. 06

Fortnightly
**Tameer-e-Hayat**
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

2740151
2741272
2741221



Mobile: 09415786584
**Mohd. Akram Jewellers**
Phone: Shop: 0522-2274606
(R) 0522-2616731
محمد اکرم جویلرس
Near Odeon Cinema, Lucknow

شناء جویلرس
SANA JEWELLERS
Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad
۳۰۱/۱۲ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳
301/12, Sarai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم
گہنہ پیلیس
میں آپ کا خیر مقدم ہے
Gehna Palace
Whenever you see Jewellery
Think of us
حاجی عبدالروف خاں، حاجی محمد فہیم محمد فاروق خاں (چاند)
Ph:2260433
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دوکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
تیار کردہ
اظھارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5 جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج لکھنؤ
IZHARSON PERFUMERS
H.O. Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel.: 0522-2255257 Mobile +91-9415009102
Branch: C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell.: +91-9415784932
E-mail: izharsonperfumers@yahoo.com

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845
Shop: 9415002532
2613736
3958875
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالا کے سامنے امین آباد لکھنؤ
HAJI SAFIULLAH JUWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18



Editer: *Shamsul Haq Nadwi* Office. Ph: 2741235 Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685
DESIGNED BY HAMID L.ko. Mob: 9415769282

# سب سے بڑی غلطی

دنیا میں جس چیز نے سب سے زیادہ گمراہی پھیلائی وہ دین و دنیا کا فرق ہے، دین کا کام الگ کیا گیا اور دنیا کا کام الگ، خدا کا حکم الگ ٹھرایا گیا اور قیصر کا حکم الگ، دنیا کے حصول کا الگ راستہ بتایا گیا اور دین کے حصول کا الگ۔

نونہالان اسلام! یہ سب سے بڑی غلطی تھی جو دنیا میں پھیلی تھی، اس غلطی کا پردہ پیغام محمدی کی نور افگن شعاعوں نے چاک کردیا، اس نے بتلایا کہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اسی دنیا کے کاموں کو خدا کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا دین ہے، یعنی خدا کے اصول کے مطابق دنیا داری ہی دینداری ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر و فکر، گوشہ نشینی و عزلت گیری کسی غار اور پہاڑ کے کھوہ میں بیٹھکر خدا کو یاد کرنا دینداری ہے۔ اور دوست و احباب، آل و اولاد، ماں باپ، قوم و ملک اور خود اپنی آپ مدد، فکر معاش اور پرورش اولاد دنیاداری ہے۔ اسلام نے اس غلطی کو مٹایا اور بتایا کہ خدا کے مطابق ان حقوق اور فرائض کا بخوبی ادا کرنا بھی دینداری ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی

---


بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کا ۴۳واں سال

جلد نمبر ۔۴۳ | ۱۰ر مئی ۲۰۰۶ء مطابق ۱۱ر ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ | شمارہ نمبر ۔۱۳



زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی (ناظر عام ندوۃ العلماء)

مجلس ادارت

مدیر عام: شمس الحق ندوی

مدیر مسئول: نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

☆عبد اللہ حسنی ندوی ☆محمد خالد ندوی غازی پوری

☆امین الدین شجاع الدین



زر تعاون

سالانہ ۔/۱۵۰ فی شمارہ ۔/۷

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ۔/۳۵ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

**Tameer-e-Hayaat**

Post Box No.93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007

فون (دفتر) (0522) 2741235(Ext) 18



مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتے پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔



پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس نظیر آباد، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔


## اس شمارے میں


**شعر و ادب**

پاک دینے پاک بینے خوشتر از ہر خوشترے — سید محمد ثانی حسنی — ۲

فکر منزل ہے نہ ہوش جادۂ منزل مجھے — حضرت جگر مراد آبادی مرحوم — ۴

**اداریہ**

امت مسلمہ کی سرفرازی — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۳

**محاسبہ**

دو متضاد تصویریں — مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ۵

**تعلیم و تربیت**

بچوں کی تعلیم و تربیت میں — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی — ۸

**حدیث دل**

زندگی کا اصل سرمایہ — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ۱۰

**جائزہ**

سوریا (شام) کی جامعات و مدارس میں — ڈاکٹر مولانا محمد اجتباء ندوی — ۱۱

**تعارف و تبصرہ**

رسید کتب — شمس الحق ندوی — ۱۳

**تہذیب مغرب**

جدید جمہوریت کے سیاہ کارنامے — مائیکل مین — ۱۵

**شخصیت**

رشید حسن خاں۔ایک بلند پایہ محقق — فیصل احمد ندوی بھٹکلی — ۱۸

**فقہ و فتاوی**

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ — منور سلطان ندوی — ۲۱

**خبر و نظر**

عالم اسلام کی خبریں — محمد وثیق ندوی — ۲۳

**لائحۂ عمل**

سیرت رسول ﷺ کو حرز — محمد فرمان نیپالی ندوی — ۲۵

**تجزیہ**

مشرق وسطی ایک نئے موڑ پر — سلمان نسیم ندوی — ۲۶

**رپورٹ**

نئی نسل کی تعلیم و تربیت کی فکر — محمد وثیق ندوی — ۲۹



آپ کے پتہ کے کنارے خریداری نمبر کے نیچے لال یا کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔

شعر و ادب

# ''پاک دینے پاک بینے خوشتر از ہر خوشترے''

از ...... سید محمد ثانی حسنیؒ

تضمین:

خاک کا یہ ذرہ ذکر مہو شان کیسے کرے
عشق کے راز نہاں کو وہ عیاں کیسے کرے
مدح آقا کی گدائے بے نشاں کیسے کرے
مشک سے دھوئے زباں کو پھر بیاں ایسے کرے
کشت بے تیغم بعشوہ ترک نازک پیکرے
خوش بیانے مہربانے جان جانے دل برے

اختر تاباں کہوں یا مہ کامل تجھے
میں کہوں کون ومکاں کی جان یا پھر دل تجھے
میں سمجھتا ہوں نشان جادۂ منزل تجھے
دل کھچیں بے ساختہ وہ ہے کشش حاصل تجھے
نازنینے، مہ جبینے دل کشے بادل کشے
جاں گدازے دل نوازے گوہرے یا اخترے

نعت کہتا ہوں تری آقائے من شاہ زمن
نام پیارا کتنا تیرا پاک تن پاکیزہ من
خندہ رو، روشن جبیں، غنچہ دہن شیریں سخن
نکہت زلف معنبر پر فدا مشک ختن
یاسمین رشک سمن جان چمن یا جان من
آشنائے دلربائے خونمائے خود سرے

کوچۂ جاناں گئے تو بن کے دیوانا گئے
بادۂ عشق ومحبت پی کے مستانا گئے
صبر آیا جب نہ ہم کو پھر تو روزانا گئے
نعت یہ پڑھتے ہوئے بے اختیارانا گئے
شادۂ آزادۂ مستانۂ جانانۂ
مست چشمے دیر خشمے طرفہ زیبا منظرے

تو ہے بحر بیکراں اور میں ذراسی آبجو
اے سراپا نور تو ہے دو جہاں کی آبرو
مرحبا صلی علیٰ جان جہان رنگ وبو
قیصریت تیری آمد سے ہوئی ہے زرد رو
کفر سوزے دل فروزے خوب رو آہستہ خو
پاک دینے پاک بینے خوشتر از ہر خوشترے

اے سراپا خلق تیری ذات ہے ہر دلعزیز
تیرے صدقے میں خدا نے دی ہے ہمیں عقل وتمیز
تیرے در کی خاک ہی سرمہ بنانے کی ہے چیز
توڑنا دم تیرے در پر جان ودل سے ہے عزیز
بے قرارم اشک بارم سخت زارم اے عزیز
دل بردجاں آورد ہردم بطرز دیگرے



ادار یہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# امت مسلمہ کی سرفرازی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين:

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے دو اہم خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے لئے دین کی جو باتیں طے فرمائیں ان کو جامع اور مکمل صورت بھی عطا فرمادی جو گذشتہ قوموں کے لئے نہیں عطا کی گئی تھی۔ لہٰذا اب قیامت تک اس میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا، اس لئے یہ اعلان بھی فرمادیا کہ اب دین مکمل ہو چکا۔ دوسری خصوصیت یہ عطا کی کہ ان کو دوسری قوموں پر فوقیت اور سربلندی عطا فرمائی۔ دین کے مکمل ہونے کی بنا پر یہ بات طے پاگئی کہ پروردگار کی طرف سے مقرر کردہ یہ طریقہ ہی انسانی زندگی کے لئے مکمل ضابطۂ عمل رہے گا اور زندگی کی تمام ضرورتوں میں کام دینے والا رہے گا اور اس میں اب کسی کمی اور بیشی کی نہ ضرورت پڑے گی اور نہ اس کی اجازت ہوگی۔ اور جب یہ مکمل ہے اور زندگی کی تمام ضرورتوں میں کام آنے والا ہے تو یہی دین اور اسی کا طریقہ کار قیامت تک قائم رہنے والا دین اور طریقۂ زندگی ہے اور وہ چونکہ مکمل اور جامع ہے لہٰذا تمام انسانوں کے لئے اور خاص طور پر اس کو ماننے والوں کے لئے لازمی ضابطۂ حیات ہے اور رہے گا۔ اور یہ متعین اور طے شدہ ہونے کی بنا پر پوری امت مسلمہ کی وحدت کا ذریعہ بھی رہے گا۔ دوسری خصوصیت جو مسلمانوں کی سربلندی کی ہے وہ بھی دوسری امتوں کے مقابلہ میں امت مسلمہ کو امتیاز عطا کرنے والی ہے، لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دین یعنی ضابطۂ حیات عطا فرمایا ہے اس پر مسلمانوں کا عمل ایمان کامل کے ساتھ ہو۔ قرآن مجید میں گذشتہ انبیا، اور ان کی امتوں کے تذکرے کی بعد مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا ہے: ﴿هذه أمتكم أمة واحدة وأنا ربكم فاعبدون﴾ یہ تمہاری امت ایک ہی متحدہ امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کرو! اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿وأنتم الأعلون ان كنتم مومنين﴾ اور تمہیں سربلند ہو اگر تم ایمان والے ہو۔

ایک طرف تو امت کی وحدت اور آپس میں ایک ہونے کی طرف توجہ دلائی اور دوسری طرف یہ بات فرمائی کہ تم ہی سربلند ہو اور اس کے ساتھ شرط ایمان والے ہونے کی رکھی۔ اس طرح یہ حقیقت سامنے آئی کہ مسلمانوں کو دوسری قوموں کے مقابلہ میں برتری بھی حاصل ہے اور ان کا آپسی اتحاد واتفاق ان کی اہم صفت اور ان کا بڑا امتیاز ہے، مسلمانوں کا یہ امتیاز ان کی تاریخ میں برابر ظاہر بھی ہوتا رہا ہے لیکن یہ ان موقعوں پر ہوا ہے جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی بندگی کا حق ادا کیا اور ایمان کا پورا ثبوت دیا اور جب ان سے ان دونوں باتوں میں کمی ظاہر ہوئی تو ان کو نقصان اٹھانا پڑا اور وہ پریشانی میں مبتلا ہوئے، لہٰذا ہمارے لئے اس بات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ دین وشریعت کے معاملہ میں یکجہتی اختیار کرتے ہوئے ہم اپنی وحدت بنائیں اور دوسرے اس بات کا لحاظ کہ اپنے پروردگار کی بندگی ایمان کے صحیح تقاضوں کے ساتھ اختیار کریں، ہماری کامیابی اور سرخروئی کا اصل راز اسی میں ہے اور یہ بات اسی وقت ہو سکتی کہ ہم برابر اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہیں کہ ہمارا آپس کا تعلق اور آپسی تعاون اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق ہو اور وہ ہماری دنیاوی منفعت سے بلند اور ہمارے ذاتی اغراض سے برتر ہو اور دوسرے یہ کہ ہماری زندگیوں میں خدا اور رسول کی فرمانبرداری صحیح طور پر اور مخلصانہ ہو۔ ہم اپنے ہر عمل پر یہ نظر رکھیں کہ وہ خدا اور رسول کے حکم اور رضامندی کے تحت آتا ہے یا نہیں۔ اگر ہم اپنی زندگی کے کاموں کا جائزہ لیتے رہیں اور اس جائزے کی بنیاد پر اپنے کو جادۂ مستقیم پر رکھنے کی کوشش کرتے رہیں تو ہم کو دوسروں کے مقابلے میں سربلندی حاصل رہے گی اور ہم کو کوئی توڑ نہ سکے گا اور مغلوب نہ کرسکے گا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو ہمارے مسائل میں مدد ملے گی اور برکت بھی حاصل ہوگی۔

اس وقت مسلمانوں کے مجموعی طور پر جو حالات ہیں وہ اس طرح کے ہیں کہ دنیا میں ہر طرف سے ان کو گرانے اور نقصان پہونچانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، ہر جگہ مسلمانوں کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا کردہ خصوصیت کو توجہ سے اختیار کرنے اور اپنانے کی ضرورت ہے ورنہ وہ اپنے اس امتیاز کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور ان پر وہ پیشین گوئی منطبق ہو جائے گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ظاہر فرمائی گئی ''کہ تم پر ایک وقت ایسا آئے گا

کہ ساری قومیں تم پر ایسا گر[illegible] گے کہ جیسا کھانے والے کھانے پر گر پڑتے ہیں، پوچھا گیا کہ کیا یہ مسلمانوں کی تعداد کے کم ہونے کی وجہ سے ہوگا؟ فرمایا نہیں مسلمان تو اس وقت کثرت سے ہوں گے مگر ان کی حیثیت ایسی ہوگی جیسی کہ بہتے ہوئے پانی پر جھاگ کی ہوتی ہے یعنی ان کی حیثیت پانی کے مقابلے میں جھاگ کی ہوگی، ظاہر ہے ان کی یہ کمزوری ایمان اور احکام خداوندی کی فرمانبرداری میں کوتاہی کی وجہ سے ہوگی، امت مسلمہ کی طاقت اور سربلندی کا راز اس کی انہی مذکورہ بالا خصوصیتوں میں ہے اور آج اسی میں بہت کمزوری دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کمزوری کو دور کرنے کی طرف بڑی توجہ کی ضرورت ہے ہم مسلمانوں کے مختلف طبقات پر نظر ڈالتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ دنیا کی چمک دمک کے سامنے ہم بالکل مغلوب ہو چکے ہیں اور دین کے صحیح تقاضوں کا لحاظ کرنے سے پوری پہلوتہی کرتے ہیں، حلال وحرام کے درمیان فرق کرنے میں بھی بہت کوتاہ ہیں اور ظاہرداری کے دنیاوی طریقوں میں پھنس کر شریعت پر عمل کرنے سے دور جا چکے ہیں۔

بہرحال ہم کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ہم اپنی زندگی میں جب تک دین کو اولیت نہیں دیں گے اللہ تعالی کی مدد اور رحمت ہم کو حاصل نہیں ہوگی۔ ضرورت ہے کہ امت کے جو دانشور اور رہبر حضرات ہیں وہ خود بھی ان باتوں کا لحاظ کریں اور عامۃ المسلمین اور ناواقف لوگوں کو اپنے پروردگار کے احکام کی تابعداری کی اہمیت سے واقف کرائیں، یہی طریقہ مسلمانوں کو ان کا مقام بلند دلانے والا ہے جس کے لئے پروردگار عالم نے اپنے اس ارشاد میں ان کو بتایا ہے "کہ تمہیں سربلند ہو اگر تم ایمان والے ہو"۔

☆☆☆☆☆

## فکر منزل ہے نہ ہوش جادۂ منزل مجھے

از ......حضرت جگر مرادآبادی مرحوم

فکر منزل ہے نہ ہوش جادۂ منزل مجھے
جا رہا ہوں جس طرف لے جا رہا ہے دل مجھے

اب زباں بھی دے ادائے شکر کے قابل مجھے
درد بخشا ہے اگر تو نے بجائے دل مجھے

یوں تڑپ کے دل نے تڑپایا سر محفل مجھے
اس کو قاتل کہنے والے کہہ اٹھے قاتل مجھے

اب کدھر جاؤں بتا؟ اے جذبۂ کامل مجھے
ہر طرف سے آج آتی ہے صدائے دل مجھے

روک سکتی ہو تو بڑھ کر روک لے منزل مجھے
لے اڑی ہے اک موج بے قرار دل مجھے

جان دی کہ حشر تک میں ہوں مری تنہائیاں
ہاں مبارک فرصت نظارۂ قاتل مجھے

ہر اشارے پر ہے پھر بھی گردن تسلیم خم
جانتا ہوں صاف دھوکے دے رہا ہے دل مجھے

جا بھی اے ناصح! کہاں کا سودا کیسا زیاں
عشق نے سمجھا دیا ہے عشق کا حاصل مجھے

میں ازل سے صبح محشر تک فروزاں ہی رہا
حسن سمجھا تھا چراغ کشتۂ محفل مجھے

خون دل رگ رگ میں جم کر رہ گیا اس وہم سے
بڑھ کے سینے سے نہ لپٹا لے مرا قاتل مجھے

کیسا قطرہ کیسا دریا کس کا طوفاں کیسی موج
تو جو چاہے تو ڈبو دے خشکیٔ ساحل مجھے

پھونک دے اے غیرت سوز محبت پھونک دے
اب سمجھتی ہیں وہ نظریں رحم کے قابل مجھے

توڑ کر بیٹھا ہوں راہ شوق میں پائے طلب
دیکھنا ہے جذبۂ بے تابی منزل مجھے

اے ہجوم ناامیدی! شاد باش و زندہ باش
تو نے سب سے کر دیا بیگانۂ غافل مجھے

درد محرومی سہی احساس ناکامی سہی
اس نے سمجھا تو بہر صورت کسی قابل مجھے

یہ بھی کیا منظر ہے بڑھتے ہیں نہ تھمتے ہیں قدم
تک رہا ہوں دور سے منزل کو میں، منزل مجھے



محاسبہ

# دو متضاد تصویریں

از ......مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

ایک عرصہ سے تہذیبوں کے ٹکراؤ کا نظریہ علمی وفکری حلقوں میں موضوع بحث بنا ہوا ہے، آج بھی ارباب دانش وبینش اور اصحاب فکر ونظر مختلف زاویوں سے اس موضوع پر بحث اور اس کا تجزیہ کرتے رہتے ہیں، عالم اسلام میں اس نظریہ کے تعلق سے دو گروہ ہیں، ایک اس نظریہ کا حامی اور مؤید ہے اور دوسرا گروہ اس نظریہ کا مخالف ہے۔

اولاً موضوع گفتگو "تہذیبوں کے درمیان تصادم یا ہم آہنگی" تھا بعض اہل فکر نے تہذیبوں کے درمیان ہم آہنگی کا نظریہ پیش کیا، جس کی تائید میں دنیا کے مختلف حصوں میں کانفرنسیں اور سیمینار ہوئے، بہت سے اہل فکر ونظر نے تہذیبوں کے درمیان ہم آہنگی کی اس آواز پر صدائے لبیک بلند کی، پوری دنیا میں تہذیبی مذاکرات کی تائید وحمایت میں کانفرنسیں منعقد ہوئیں، جہاں مختلف مذاہب فکر کے ماننے والوں خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں نے جمع ہو کر اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کیا، نئے پوپ نے بھی مختلف مذاہب وادیان کے درمیان مذاکرات کی اس پیشکش کو سراہا اور اس کی پرزور حمایت کی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محققین، دانشوروں اور مفکروں نے تہذیبوں کی تشریح ادیان سے کی ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ادیان ومذاہب کے درمیان باہم کشمکش اور ٹکراؤ نہیں، اس لئے کہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں مختلف مذاہب کے پیروکار مذہبی اختلافات کے باوجود نہایت اتحاد ویکجہتی اور امن وآشتی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ہیں، اور انہیں اپنے مذہبی شعائر اور دینی اقدار وروایات پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل رہی ہے، ہر ایک دوسرے کے حق میں روادار اور اس کے مذہبی امور میں دخل اندازی کو ناروا اور ناپسندیدہ سمجھتا رہا ہے۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اس نے تو عفو ودرگذر، وسیع القلبی، فراخدلی اور رواداری کا ایسا اعلی نمونہ پیش کیا ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، اس نے غیر مسلموں کو ان کے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی پوری آزادی عطا کی ہے، اسلام کی روشن تاریخ اس کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے عہد اقتدار وغلبہ میں غیر مسلموں کو تبدیلیٔ مذہب پر مجبور نہیں کیا، اور نہ انہیں ان کے دینی شعائر کے ادا کرنے سے منع کیا، جب بھی وہ کسی ملک میں فاتحانہ داخل ہوئے تو وہاں کی رعایا کے ساتھ نہایت عدل وانصاف اور رواداری کا برتاؤ کیا، مسلم بادشاہوں نے کبھی بھی غیر مسلم رعایا کی آزادی پر پابندیاں نہیں لگائیں، بلکہ تاریخ میں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں کہ غیر مسلم اسلام کے عدل وانصاف اور اس کی فیاضی ورواداری سے متاثر ہو کر برضا ورغبت حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں، بعض ممالک اسلام میں بغیر جنگ کے داخل ہو گئے اور صدیوں گزرنے کے بعد بھی وہ اسلامی اکثریت کے ملک ہیں۔

مسلمان اور عیسائی فاتحین کے درمیان طریق سیاست وحکمرانی میں جو نمایاں فرق پایا جاتا ہے اسے معلوم کرنے کے لئے اندلس کی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کے فاتحانہ داخل ہونے سے قبل جب وہاں عیسائیوں کی سیادت وقیادت کا پرچم لہرا رہا تھا، وہاں کی یہودی رعایا عیسائی حکمرانوں کے ہاتھوں طرح طرح کی مشکلات سے دوچار تھی، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، لیکن جب مسلمان اندلس میں فاتحانہ داخل ہوئے تو انہوں نے ان کی غلامی کی زنجیریں توڑ دیں، اور کلی آزادی دے کر ملکی معاملات میں برابر کا شریک بنایا، یہی وجہ ہے کہ اندلس میں اسلامی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کی جو ترقی ہوئی اس میں یہودی اور عیسائی دونوں شریک نظر آتے ہیں، ان دونوں قوموں میں سے کسی کو بھی مسلمانوں نے غلامی وذلت کا احساس نہیں ہونے دیا، بلکہ ان کے ساتھ نہایت رحم وکرم اور روادارانہ برتاؤ کرتے رہے، لیکن سقوط اندلس کے بعد جب وہاں عیسائی حکومت قائم ہوئی تو تاریخ گواہ ہے کہ وہاں کے مسلم باشندوں کے ساتھ کتنا ظالمانہ برتاؤ روا رکھا گیا، کیسی کیسی ظالمانہ کارروائیاں ہوئیں کہ عدل وانصاف اور آزادی کا جنازہ نکالا گیا، اور خدا جانے ظلم وستم کے کیا کیا طریقے ایجاد کئے گئے، مسلمانوں کو اسلام ترک کر کے عیسائیت اختیار کر لینے پر مجبور کیا گیا، قتل وجلاوطنی کی دھمکی دی گئی، ان کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ کیا گیا، درندگی وبربریت کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا گیا، مساجد اور مدارس بند کر دیے گئے۔

بیت المقدس کی فتح کے وقت کچھ ایسی ہی صورت حال تھی کہ جب عنان اقتدار مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں میں لی تو وہاں کی عیسائی اور یہودی رعایا کے ساتھ نہایت الفت ومحبت، عفو ودرگزر، عدل وانصاف اور رواداری کا سلوک کیا، وہاں کے تمام باشندوں کو دینی ومذہبی اور سیاسی ہر قسم کی آزادی حاصل تھی، ان کے مقدسات اور عبادت گاہیں خود مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام تھیں، اور ان کی زیارت اور مذہبی رسوم کی ادائیگی کی پوری سہولت دی

گئی، مسلم حکمرانوں نے ان کے پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کو وہی امتیازات عطا کئے جو انہیں اپنے عہد اقتدار میں حاصل تھے، ملک کے کسی بھی خطے میں کہیں خونریزی ہوئی نہ قتل وغارت گری اور عصمت دری کے واقعات پیش آئے، اور غیر مسلموں کی شکایت رفع کرنے کی پوری کوشش کی گئی، ہر جگہ امن وامان، صلح وآشتی کی فضا قائم رہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان جو انہوں نے فتح بیت المقدس کے وقت والی شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے نام روانہ کیا تھا اس میں غیر مسلموں کے متعلق نہایت فیاضانہ اور عادلانہ ہدایات فرمائی تھیں، انہیں تعلیمات کا کرشمہ تھا کہ بیت المقدس کا اقتدار پرامن طریقہ پر مسلمانوں کی طرف منتقل ہوا۔

بیدار مغز قائد جوانمرد سپہ سالار، فاتح بیت المقدس، سلطان صلاح الدین ایوبی کے اپنے دشمنوں کے ساتھ غیر جانب دارانہ رویہ کا سبھی نے اعتراف کیا ہے، ایک ذمہ دار مسیحی مورخ اسٹینلے لین پول اپنی کتاب "سلطان صلاح الدین ایوبی" میں لکھتا ہے کہ "سلطان نے کسی بھی غیر مسلم کے خلاف کارروائی نہیں کی، صرف ریجی نالڈ کی سرزنش کی تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تھا اور روضہ اطہر کے متعلق گستاخانہ اور اہانت آمیز کلمات کہے تھے، سلطان نے رعایا کی جان ومال، عزت وآبرو کی خوب خوب حفاظت کی" جب کہ عیسائیوں نے داخلہ بیت المقدس کے موقعہ پر فتح کے نشہ میں چور ہوکر مجبور مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا ذکر بھی یہی مورخ ان الفاظ میں کرتا ہے:

"بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ پر صلیبی حملہ آوروں نے ایسا قتل عام مچایا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان صلیبیوں کے گھوڑے جو مسجد عمر سوار ہوکر گئے، گھٹنوں گھٹنوں خون کے چشمہ میں ڈوبے تھے، بچوں کی ٹانگیں پکڑ کر ان کو دیوار سے دے مارا گیا، یا ان کو چکر دے کر فصیل سے پھینک دیا گیا، یہودی کل کے کل اپنے ہیکل (معبد) میں زندہ جلادیے گئے"

(تاریخ دعوت وعزیمت ج۱ص۲۵۳۔)

مغربی سامراج کا زمانہ زیادہ دور نہیں، اس کے مظالم کے واقعات اب بھی لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہیں، اسلامی اور غیر اسلامی فتوحات اور یورپین فتوحات کے درمیان موازنہ کرنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مسلم وغیر مسلم فاتحین کے دوران جنگ، طرز عمل میں کتنا نمایاں فرق ہے اور عیسائیوں کا طرز عمل اپنے مذہب سے کس قدر ہم آہنگ ہے؟ باوجودیکہ مسیحیت، مہر ومحبت، عفو ودرگزر، ہمدردی، تعاون وخیر سگالی کی مدعی ہے، لیکن تاریخی جائزہ میں اس کا دامن اس سے یکسر خالی نظر آتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں اسلامی اور غیر اسلامی اصول سیاست کا اگر موازنہ کیا جائے تو یہ فرق اور نمایاں ہو جاتا ہے کہ یورپ کی سیاسی پالیسیاں کس قدر جارحانہ اور ظالمانہ ہیں، آج وہ اپنے اقتدار کے نشہ میں ظلم وستم کے کیسے کیسے حربے استعمال کر رہا ہے، کہیں فضائی بمباری میں ہزاروں لوگ ہلاک ہوتے ہیں تو کہیں انسانیت سوزی اور اجتماعی قتل کے دلدوز مناظر مشاہدے میں آتے ہیں، افغانستان وعراق تو اس کی تازہ مثالیں ہیں گوانتانامو اور ابوغریب جیل اور دنیا کے مختلف حصوں میں امریکہ کے خفیہ جیلوں میں قیدیوں پر ظلم وستم اور حقوق تلفی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

یورپ میں اسلامی شعائر پر ہر قسم کی پابندیاں عائد کی جارہی ہیں، یوروپین فنکاروں اور کارٹونسٹ کی اسلام اور اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کی سرگرمیاں شباب پر ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی ان کا نشانہ بنی، عیسائی مشنری سرگرمیاں جاری ہیں، عالم اسلام کے متعدد ملکوں کے عیسائی ہونے کی خبریں مسلسل آرہی ہیں، اسلام سے متعلق ہر چیز کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے، اسلامی تحریکوں کے خلاف سخت کارروائیاں کی جارہی ہیں، وہ مسلم ممالک جہاں یورپین ملکوں کا اثر ونفوذ ہے، انہیں مجبور کیا جارہا ہے کہ وہ اسلامی تحریکوں خصوصا دینی مدارس اور رفاہی تنظیموں کے خلاف بلا استثناء کارروائی کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت آمیز خاکے شائع کرنے والوں کی حمایت میں پورا یورپ متحد ہوگیا اور اس کو آزادی تحریر قرار دیا، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے دلوں میں اس واقعہ کے خلاف پیدا ہونے والے فطری ردعمل کی مذمت کی گئی اور اس کو طاقت سے کچلنے کی ہدایت کی گئی، مسلمانوں کا رویہ اس سلسلہ میں کتنا فیاضانہ ہے کہ باوجود اس واقعہ کے کہ ان کی رگ حمیت بھڑک اٹھی، غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی، لیکن نوک قلم یا زبان سے عیسائیت یا سیدنا مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں کوئی گستاخانہ لفظ تک نہیں نکلا، یہودیوں کے ظلم وزیادتی کا بدلہ انہوں نے یہودیت یا حضرت موسیٰ سے نہیں لیا، تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ عدل وانصاف، عفو ودرگزر اور صلح وآشتی کا رویہ اختیار کیا ہے، جب کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے ظلم وسفاکی کا طریقہ اختیار کیا۔

﴿لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم﴾ (الانعام:۸۰)، دشنام مت دو ان کو جنکی یہ مشرک لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

دوسری جگہ تمام انبیاء پر ایمان لانے اور ان کے مقدسات کے احترام کی دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے ﴿قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ألا نعبدالا اللہ ولانشرك به شیئا ولایتخذ بعضنا بعضاً أربابا من دون اللہ﴾ (آل عمران ۶۴) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے۔

آج پورے عالم اسلام میں باطل تحریکیں، گمراہ



کن ادارے، اور عیسائی مشنریاں اسلامی تہذیب وتمدن کو داغدار کرنے میں سرگرم عمل ہیں، اور انہوں نے اسلام کے خلاف ایک علانیہ جنگ چھیڑ رکھی ہے، اسلام اور اسلامی تہذیب کے خلاف، ذرائع ابلاغ، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے ذریعہ غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں، کوئی گھر اس سے محفوظ نہیں، اس کے باوجود کسی بھی اسلامی حکومت نے ان سرگرمیوں پر پابندی عائد نہیں کی، عیسائیت کو فروغ دینے کی خاطر کام کرنے والی تنظیمیں، ادارے ہزار ہا ہزار مسلمانوں کو مرتد کرکے عیسائی بنا رہے ہیں اور مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگتے چلے جارہے ہیں، اس کے باوجود کسی بھی اسلامی حکومت نے ان سرگرمیوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کی، اس کے برخلاف تمام یورپین ممالک اسلام کی مقبولیت کو غلط رخ دینے اور اسلامی تہذیب کی ترقی کو روکنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کر رہے ہیں، مسلم اقلیتوں کے ساتھ دشمنانہ برتاؤ کیا جارہا ہے، اسلام اور اسلامی تعلیمات کے نفاذ پر پابندیاں عائد کی جارہی ہیں، اور اس کے خلاف خود مسلم ممالک میں ہی طرح طرح کے قانون بنائے جارہے ہیں، ہر مسلم تحریک پر پابندی عائد کی جارہی ہے، حتی کہ مسلم بچوں کی تعلیم بھی اس ظلم وتعدی سے محفوظ نہیں، علانیہ عیسائی بنانے کا سلسلہ جاری ہے، جمہوریت اور سیکولرزم کا سہارا لے کر اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوششیں جارہی ہیں، مغربی ممالک اس راہ میں بیش قیمت رقمیں خرچ کر رہے ہیں، حتی کہ اب اسلامی پردے کی پابندی بھی ناقابل برداشت ہے، نقاب پوش عورت کو ہر قسم کے عہدے حتی کہ پارلیمنٹ کی رکنیت سے بھی معزول کردیا جاتا ہے، مدارس اور سرکاری محکموں میں یورپین لباس لازم قرار دیا جارہا ہے، حالانکہ اسلام کسی خاص لباس کا پابند نہیں بناتا، اسلام کی پابندیاں، قوانین وضوابط اور حدود وقیود بھی سراپا انسانیت کے مفاد میں ہیں، اسلامی تعلیمات کے التزام سے ایک صالح انسانی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

افغانی حکومت نے عبدالرحمان کے مرتد ہوکر عیسائی بن جانے پر جب پھانسی کی سزا سنائی تو یورپی دنیا میں کھلبلی مچ گئی، اخباروں، ریڈیو اسٹیشنوں، اور رسالوں کا یہ ایک مستقل موضوع بحث ہوگیا، یورپین ممالک مرتد کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنے لگے، اور شخصی آزادی کا وہی پرانا راگ الاپا جانے لگا۔

اس سے زیادہ پر تشدد واقعہ وہ ہے جو طالبان کے گوتم بدھ کے مجسمے کو توڑنے کے بعد پیش آیا، مختلف تنظیموں اور اداروں کے مظاہرین نے مساجد پر دھاوا بول دیا اور قرآن کریم کے نسخے نذر آتش کئے، اور مکہ مکرمہ پر حملہ کی دھمکی دے ڈالی، حالانکہ آج بھی وسیع پیمانہ پر مختلف ممالک میں سیکڑوں شہریوں کو بے بنیاد الزامات میں پھنسا کر پھانسی کی سزا دی جاتی ہے اور اذیت ناک سزائیں دی جاتی ہیں، ایسی وحشی سزائیں گوانتانامو، ابوغریب اور یورپین ملکوں کے خفیہ جیلوں میں آج بھی جاری ہیں، اس کے خلاف احتجاجات ومظاہرے بھی ہورہے ہیں، لیکن تعجب تو یہ ہے کہ اس کی رپورٹیں نہ اخبار ورسائل دیتے ہیں اور نہ ہی ریڈیو اور ٹیلی ویژن انہیں نشر کرتا ہے، ان دلدوز واقعات کے باوجود اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی دہائی دینے والی تنظیموں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

موجودہ زمانہ میں جسے حریت وآزادی کا زمانہ کہا جاتا ہے، بعض حکمرانوں نے عوام کی آزادی چھین رکھی ہے، ہر سیاہ وسپید کے وہی مالک ہیں، اقتصادی، سیاسی، تعلیمی تمام میدانوں میں انہیں کی حکومت اور فرمانروائی کا پرچم لہرا رہا ہے۔

کسی چیز کو جائز وناجائز قرار دینے کا حق صرف انہیں کو حاصل ہے، عدالتوں کو وہی بتلائیں گے کہ اسے کیسے احکام صادر کرنے چاہئیں اور کیسے نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں سامراجیت کا دور دورہ ہے، داخلی اور خارجی آزادی کا نام ونشان نہیں، اس وقت دنیا کی یہی صورت حال ہے، ان جیسے حالات میں مذاہب وادیان اور تہذیبوں کے درمیان ہم آہنگی واتفاق کی باتیں مجنون کی بڑ سے کم نہیں، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، واقعہ یہ ہے کہ ان جیسے مذاکرات کا مقصد صرف یہ ہے کہ پوری دنیا کو ایک دین وتہذیب کا پابند بنا دیا جائے اور پوری دنیا ایک ملک یا چند حلیف ممالک کے مفادات کی خاطر کولہو کے بیل کی طرح سرگرداں ہوجائے، یہ کشمکش وہاں ہوا کرتی ہے جہاں فریقین طاقت وقوت اور مشن ومقصد میں متحد ہوں، جیسا کہ سرد جنگ کے دوران مشرقی اشتراکیت اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان دیکھنے میں آئی تھی، لیکن وہ دو فریق جو طاقت وقوت اور مشن ونظام زندگی کے اعتبار سے مختلف ہوں وہاں یہ تصادم اور ٹکراؤ کیوں کر پیدا ہوسکتا ہے؟

(ترجمہ: محمد خالد باندوی)

دو اہم کتابیں
از
مولانا محمد ثانی حسنیؒ

"امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ"
حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے حالات زندگی، خدمات اور کارنامے آسان زبان میں آپ کی سیرت اور تعلیمات کا بیان۔ قیمت -/8

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
خاندان، حالات زندگی، تعلیم وتربیت، اسفار، تصنیفات، صفات وکمالات دینی دعوت میں انہماک، ایمان ویقین، شان توکل، ذوق دعا، صبر وعزیمت تواضع وخاکساری، اتباع سنت، استقامت، محبوبیت ومقبولیت کا بیان کتاب کے آخر میں مولانا کا ایک تفصیلی مکتوب بھی شامل ہے جس میں دعوت وتبلیغ کے اصول اور کام کا طریقہ بتایا گیا ہے، دین کا کام کرنے والے ہر فرد کے لئے ضروری کتاب۔ قیمت -/12

ناشر: مکتبۂ اسلام
173/54 محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ

تعلیم وتربیت

آخری قسط

# بچوں کی تعلیم وتربیت میں

## گارجین اور ادارہ کا رول

از...........................ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

بچوں کی تربیت کی بات ادھوری رہ جائے گی اگر بچہ کی جسمانی تربیت پر گفتگو نہ ہو، اس سلسلہ میں مدرسہ پرائمری درجات تک ایک گھنٹہ ورزشی کھیل کا رکھتا ہے جو بہت ضروری ہے لیکن صحت کے لئے یہ ورزش کی تعلیم ہے واقعی ورزش نہیں ہے، ورزش کا معقول وقت صبح کا ہے، ویسے جسمانی محنت جس وقت بھی کی جائے گی مفید رہے گی، دوڑ تا سب سے اچھی ورزش ہے، ہر طالب علم کو صبح ۵۰۰ میٹر لازماً دوڑنا چاہئے، کرکٹ تفریحی کھیل ضرور ہے لیکن اس میں ورزش کچھ ہی کی ہو پاتی ہے، فٹ بال بہترین ورزشی کھیل ہے، ورزش کو بچے کے معمول میں لانا گھر آنے والے بچہ کے لیے گارجین کی توجہ ہی سے ممکن ہے، ہمارے بچپن میں دیہات کے بچوں کو اسکول جانے سے پہلے اور آنے کے بعد جو کام پڑتا تھا وہ ورزش کے لئے کافی ہوتا تھا، یہ مختصر بات ہوئی تربیت کی ان بچوں کی جو مدرسہ میں پڑھ کر گھر چلے جاتے ہیں، یہاں یہ بات دہرانا از حد ضروری ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو غیر دینی اسکولوں میں بھیجتے ہیں ان بچوں کی اسلامی تربیت کی تمام تر ذمہ داری ان کے گارجین پر ہے کوتاہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سزا کے مستحق ہوں گے۔

اب رہی بات ایسے بچوں کی تعلیم کی جو مدرسہ میں پڑھ کر گھر چلے جاتے ہیں، میں واضح کر چکا ہوں کہ تعلیم سے میری مراد مدرسہ کا نصاب پڑھانا ہے۔

عموماً پانچ سال کا بچہ مدرسہ میں داخل کر دیا جاتا ہے، وہاں اس کو ایک نیا ماحول ملتا ہے، یہ بات آچکی ہے کہ بچہ چاہے حروف نہ پہچانتا ہو لیکن پانچ سال میں وہ بڑا علم حاصل کر چکا ہوتا ہے، اور یہ بات بھی آچکی ہے کہ ہر بچہ کا علم اپنے ماحول کے اعتبار سے الگ نوعیت کا ہے، غرض کہ مدرسہ میں بچوں کا اجتماع مختلف علوم کے امیوں کا اجتماع ہے، استاد کا سبق شروع ہوا، الف، ب، ت، شکل بنوانا ہے، ان کے نام بھی بتانا ہے، ان کی آوازوں کا تعارف کرانا ہے، بچہ انڈا، انار، بیل، بکری، پلنگ، پانی، تربوز، ترازو وغیرہ اپنے گھر میں دیکھ چکا تھا، ان کے نام بھی جانتا تھا، کھڑی، پڑی، آڑی لکیر سے بھی واقف تھا، پورا، گولا، آدھا گولا بھی پہچانتا تھا، نقطہ اور خط کے نام سے چاہے ناواقف ہو ان کی شکلوں سے واقف تھا، آپ کوئی نصاب دیکھ لیں، استاد نے سال بھر میں بچہ کو جو کچھ پڑھایا وہ بچہ ان کی معلومات ہی کی مدد سے پڑھا سکا ہے، اگر بچہ ان گھریلو معلومات سے یا گھر کے علم سے نابلد ہوتا تو استاد کو الف، بے کے تعارف میں لالے پڑ جاتے، ذرا ایک کیرالوی بچہ کو جو اردو، ہندی بولی سے نابلد ہو، الف، بے پڑھا کر تو دیکھئے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ استاد جو کچھ پڑھاتا ہے سب گھر کی دی ہوئی بنیاد پر پڑھاتا ہے، چاہے وہ زبان ہو چاہے حساب ہو، تاریخ ہو، جغرافیہ ہو، اور چاہے سائنس ہو ہر مضمون کی تعلیم گھر کی ابتدائی معلومات کی بنیاد پر ہوتی ہے جو استاد گھر کی معلومات کو نظر انداز کر کے بچہ کو پڑھاتا ہے اس کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کبھی تو وہ ناکام ہی ہو جاتا ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، پھر بھی بچہ کی اب چلنے والی تعلیم میں مدرسہ کا کردار ۹۹ فیصد ہے اور بے شک گارجین اور گھر والوں کا رول اس میں صرف ایک فیصد ہے، لیکن اب تو نظریات کی بھرمار ہے، میں اپنے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ تعلیم سے میری مراد مدرسہ کا نصاب ہے اور میری گفتگو اس وقت مدرسہ سے پڑھ کر گھر چلے جانے والے بچوں کے بارہ میں ہے یعنی ابتدائی تعلیم یا زیادہ سے زیادہ متوسط تک تعلیم والے بچوں کے بارہ میں ہے، آپ نصاب کے مضامین کو ایام تعلیم پر تقسیم کر کے دیکھئے شاید نصف صفحہ یومیہ یا اس سے کچھ زائد یومیہ مقدار ہوگی، کیا یہ نصاب ایک ماہر استاد روزانہ درجہ میں پورا نہیں کرا سکتا ہے، میں نظری نہیں تجربہ کی ہوئی بات عرض کرتا ہوں کہ متوسط تک کا نصاب درجہ ہی میں پڑھایا بھی جا سکتا ہے اور یاد بھی کرایا جا سکتا ہے، لیکن ہوم ورک تعلیم کا ایک جزء ہے اس لئے پڑھا ہوا اور سمجھا ہوا سبق پختہ ہو جاتا ہے، لیکن برا ہو انگلش میڈیم ماڈرن ایجوکیشن کا کہ پہلے درجہ کا طالب علم ٹیوٹر کے بغیر اپنا ہوم ورک پورا ہی نہیں کر سکتا، اور ایسا لگتا ہے اسکول کا کام تعلیم دینا نہیں صرف ہوم ورک دینا ہے، اس بحث میں بھی اس وقت نہیں پڑنا چاہتا، اس پر میں ہندی میگزین "سچا راہی" میں لکھ چکا ہوں، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ایک ماہر استاد پابندی سے درجہ میں اپنا کام کرے تو گارجین کا اور گھر کا تعاون صرف ایک فیصد چاہئے، وہ یہ کہ گھر والے بچے کے ہوم ورک کا کوئی وقت متعین کر کے نہ تو اس میں ناغہ ہونے دیں نہ کسی کو ڈسٹرب کرنے دیں، قابل مبارک باد ہیں وہ گھر جو اپنے بچوں کے لیے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

ایک روگ جو کھاتے پیتے آزاد گھروں میں وبا بن کر پھیل چکا ہے وہ ہے گھر میں ٹی وی، وی سی آر اور سنیما بینی، یہ روگ بچہ کی تعلیم وتربیت متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا بلکہ اس روگ کے جراثیم بچہ اپنے درجہ کے ساتھی تک پہنچا کے رہے گا، اس روگ کا علاج نہ ہمارے پاس ہے، نہ مدرسے کے پاس، اس کا علاج تو دعوت الی اللہ والی تنظیموں کی کوشش اور اللہ کی توفیق ہی پر ہے۔

بچہ کی تعلیم وتربیت میں گارجین کا ایک اہم رول بچے کی ضروریات کی فراہمی ہے، اس میں کوتاہی بچہ کی تعلیم وتربیت میں بڑی رکاوٹ بن سکتی ہے، اس سلسلہ میں مدرسہ کو ایسا نظام بنانا چاہئے کہ بچہ کی ضروریات ایک اوسط آمدنی کا آدمی بآسانی پوری کر سکے اور کوئی نادار گارجین مجبور ہو تو مدرسہ اس کی مدد پر غور کرے۔

اب میری گفتگو ہوگی موضوع کے دوسرے جز "گارجین، گھر، دارالاقامہ اور مدرسہ پر"۔

ایک طبیب حاذق بڑبڑا رہے تھے کہ مریض کی ذرا سی حماقت پر ساری حذاقت خاک میں مل جاتی ہے، بہتر یہ ہے کہ پیچیدہ مرض والا مریض اپنی نگرانی میں رہے، اس کا کھانا، پینا، جاگنا، دواؤں کا استعمال اپنی نگرانی میں ہو۔

میں کہتا ہوں پیچیدہ مرض والے مریض کے علاج سے ایک بچہ کی تعلیم وتربیت کم اہم نہیں اور ایک اچھے مدرسہ کے ساتھ ایک اچھے دارالاقامہ کا قیام اس سلسلہ میں بڑا ہی کارآمد ہے، لیکن بھرتی کا دارالاقامہ جو صرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہو اور جس میں بچوں کی جانب سے لاپرواہی ہو وہ تو بچوں کے بگاڑ کا سبب ہے، اب میں دارالاقامہ کی خصوصیات پر اپنی رائے کا اظہار کروں گا۔

۱۔ یہ کہ دارالاقامہ کے کمرے بچوں کی تعداد کے لحاظ سے کافی ہوں جن میں بچوں کو ضرورت کی آکسیجن مل سکے، اس سلسلہ میں انجینیر کا مشورہ ضروری ہے۔

۲۔ کمرے گرمی، سردی، بارش کی مضرتوں سے بچوں کو محفوظ رکھ سکیں، اس سلسلہ میں بھی انجینیر کا مشورہ ضروری ہے۔

۳۔ کمرے مکھی، مچھر، کھٹمل، چیونٹیوں وغیرہ سے پاک ہوں، اس کا بھرپور اہتمام ہو ایسا کوشش سے ممکن ہے۔

۴۔ سخت گرمی میں کمروں میں پنکھوں کا نظم ادارہ کی جانب سے ہو۔

۵۔ مطبخ اس طرح بنایا جائے اور ایسا اہتمام کیا جائے کہ صاف ستھرا بھی ہو اور مکھیوں اور کیڑوں مکوڑوں کا گزر وہاں نہ ہو۔

۶۔ ناشتہ اور کھانے کا نظم بلحاظ صحت معقول ہو، مضر صحت چیزیں بچوں کو ہرگز نہ کھلائی جائیں، کوئی چیز خراب ہو گئی ہو تو اسے بچوں کو کھلانا گناہ کبیرہ سمجھیں۔

۷۔ اگر ادارہ میں کینٹین وغیرہ کو اجازت دی جائے تو اس پر بھی مطبخ کی شرطیں لاگو کی جائیں یعنی وہاں بھی مکھی، مچھر نہ نظر آئیں۔

۸۔ دارالاقامہ کی نگرانی کا نظام مدرسہ سے زیادہ چوکس ہو، دارالاقامہ کے طلبہ ہر وقت کسی نہ کسی نگراں کی نگاہ میں رہیں، چاہے کئی کئی نگراں رکھنے پڑیں، تعلیمی اوقات میں بھی دارالاقامہ میں حسب ضرورت نگراں موجود ہوں۔

۹۔ دارالاقامہ کا نظام الاوقات ہو، اس میں طلبہ کی ضروریات کا پورا لحاظ ہو، صبح کی ورزش لازمی ہو، جماعت کی نماز میں کوتاہی ناقابل معافی ہو، غلطیوں پر سزا کا معقول نظم ہو، ایسی سزا جس سے طالب علم کی اصلاح ہو سکے، ایسی سزا ہرگز نہ دی جائے جس سے طالب علم اور بگڑ جائے، اگر طالب علم بورڈنگ میں رکھنے کے لائق نہیں ہے تو مدرسہ میں پڑھنے کے لائق بھی نہیں ہے، ایسے طالب علم کو بورڈنگ سے ہرگز نہ بھگائیں بلکہ اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے گارجین کو بلا کر ان کے حوالہ کریں، چاہے طالب علم بڑا ہو یا چھوٹا دارالاقامہ میں طلبہ آموختہ، مطالعہ اور مذاکرہ کا اہتمام تو کرتے ہی ہیں اور کرنا چاہئے لیکن مذکورہ باتیں بھی نظر انداز نہ ہونا چاہئیں، کبھی استاذ کسی طالب علم کو سزاءً درجہ سے باہر کر دیتے ہیں اولاً تو یہ سزا ہی نامناسب ہے لیکن اگر یہ سزا دی جائے تو طالب علم کو نگران دارالاقامہ کے حوالہ کر کے دی جائے تاکہ دوسرے مسائل نہ پیدا ہوں۔

۱۰۔ دارالاقامہ میں ادبی وتربیتی اصلاح وترقی کے لیے مناسب انجمنوں اور مناسب کتب خانہ کا نظم ضرور ہو۔

۱۱۔ یہ کہ دارالاقامہ میں ہر طالب علم کا ایک فائل ہو جس میں طالب علم سے متعلق ریکارڈ ہو، کبھی اس کو تحریری ہدایات دی گئی ہوں تو تحریر کی کاپی فائل میں لگائی جائے، طالب علم کی تعلیمی ترقی یا خدانخواستہ تنزلی کا ریکارڈ بھی اختصار کے ساتھ درج ہو، طالب علم کے بارہ میں اس کے گارجین کو کچھ لکھا گیا ہو تو اس کی کاپی بھی فائل میں ہو، اگر طالب علم کی مسلسل شکایات مل رہی ہوں تو گارجین کو برابر مطلع کیا جاتا رہے اور اس کی کاپی محفوظ ہو، گارجین کو اچانک اخراج کی اطلاع دینا عام حالات میں بڑے عیب کی بات ہے۔

۱۲۔ یہ کہ بچوں کے علاج معالجہ کے لیے کسی خاص ڈاکٹر سے رابطہ ہو، حادثہ یا سخت مرض میں فوراً گارجین کو بلانے کی کوشش ہو...... (بقیہ ص: ۳۲ پر)

# زندگی کا اصل سرمایہ خدا اور رسول کی محبت ہے

از ............مولانا عبداللہ حسنی ندوی

یہ مضمون مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی کے گذشتہ مضامین کا تسلسل ہے، ملاحظہ فرمائے تعمیر حیات شمارہ ۱۰/ اپریل ۲۰۰۶ء

## صحابہ کی محبت کے کچھ واقعات:

صحابۂ کرام کو اللہ نے جس طرح ظاہر و باطن کے غیر معمولی کمالات اور اوصاف سے نوازا تھا اسی طرح ان کے اندر جذبۂ محبت والفت، جذبۂ جانثاری وفدائیت اور اللہ اور اس کے رسول کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ اپنی پوری توانائی اور کمال کے ساتھ موجود تھا۔

اگر صحابۂ کرام کی تاریخ دیکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے ہر شخص اپنے اندر ادائے محبت کی دلکشی کا کوئی نہ کوئی پہلو رکھتا ہے، اگر پیکر حسن وجمال محبوب دلنواز ادائے دلکشی و دل نوازی کے ہزار پہلو رکھتا ہے تو قربان ہونے والے، دل دینے والے عاشق کامل اور محب صادق نہ جانے قربانی کی کتنی ادائیں اور محبت والفت کے کتنے جلوے رکھتے ہیں، اس بارگاہ حسن وجمال میں حاضر ہو کر ادائے دلنوازی اور جلوۂ قربانی سے اپنے دل کی دنیا بنا سنوار کر پیش کرنے کے لائق بنائیں۔

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

رفیق غار، عاشق صادق، صدیق اکبر پہلے سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار، اور ہر طرح کی قربانی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

اگر چہ اپنی قوم میں باوزن اور باوقار تھے، نہ جانے کتنے کچلے پسے مسلمانوں کو اٹھا چکے تھے، کتنے سربر آوردہ لوگوں کو کلمہ پڑھا چکے تھے لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مکہ کے مشرکین ان پر پل پڑے اور اسقدر زدوکوب کیا، مارا پیٹا کہ یقین ہو گیا کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، موت کا یقین کر لینے پر ہاتھ روکا، لیکن خدا کا ایسا کرنا کہ وہ بچ گئے، گھر پر دیر میں ہوش آیا، آنکھیں کھولی تو جلوۂ محبوب کی خواہش ہوئی، کہنے والوں نے کہا جن کی خاطر یہ تکلیف اٹھانی پڑیں پھر انہیں کا ذکر؟! سنتے ہی تڑپ گئے، بے چین ہو کر زبان سے نکلا: جب تک آنکھیں ان کے دیدار سے روشن نہیں ہو جاتیں اس وقت تک کھانا پینا حرام ہے۔

جب رات کا سناٹا ہوا تو اپنی والدہ اور ام جمیل کے سہارے بارگاہ محبوب میں حاضر ہو گئے، دیکھتے ہی ساری کلفتیں دور، ساری پریشانی کافور ہو گئی، حضرت رسول ﷺ پر بھی اپنے چاہنے والے کو دیکھ کر گریہ طاری ہو گیا۔ اسی محبت کی کرشمہ سازی تھی کہ غار ثور میں صدیق اکبر پہلے گئے کہ اپنے محبوب کے لئے جگہ صاف کر دیں تا کہ کوئی ادنی تکلیف بھی نہ پہونچ جائے، پورے سفر ہجرت میں محب ومحبوب، عاشق ومعشوق کی دلنواز اداؤں کو آسمان وزمین بھی خراج تحسین پیش کرتے رہے، وہ بھی رشک کی نگاہوں سے تماشائے محبت دیکھتے اور بعد میں آنے والوں کو پیغام محبت سناتے او جذبۂ قربانی کا درس دیتے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین پکڑ لیتے ہیں، اب وہ ان کے رحم وکرم پر ہیں فیصلہ سولی کا ہوتا ہے، اہل شرک وکفر جشن ومسرت مناتے ہیں، کہ ایک غلام محمد ہاتھ آیا، محبت کا امتحان ہوتا ہے، سولی کی تیاری ہے، آوازے کسے جا رہے ہیں، پھبتیاں سنائی جا رہی ہیں کہ ایک نے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تمہاری جگہ محمد ہوتے اور تم اپنے گھر پر اطمینان وسکون سے ہوتے تو کیسا تھا، سنتے ہی محبت سے لبریز دل کا پیمانہ چھلک گیا، فرمایا کہ سنو اے عقل کے مارو! میں تو یہ بھی سوچ نہیں سکتا کہ ہمارے حضرت کو ایک کانٹا بھی چبھے اور میں عافیت سے رہوں۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو رومیوں نے قید کر لیا، ان کے ساتھی بھی گرفتار ہوئے، عیسائیوں نے پہلے تو ترغیبات سے کام لیا، اگر عیسائی ہو جاؤ تو جاہ ومنصب، دھن دولت سے مالا مال کر دیئے جاؤ گے لیکن جب اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، تو انہوں نے دھمکیوں کا سہارا لیا، ڈراتے دھمکاتے، تکلیف پہونچاتے رہے، اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، اخیر میں ان کو لا کر یہ کہا کہ آج اگر نہیں مانے تو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائے گا، ان کے ایک ساتھی کو لا کر ان کے سامنے ڈالا بھی گیا، حشر معلوم تھا، ان کو بھی اس کے قریب لایا گیا تا کہ ان کو بھی کھولتے تیل میں ڈال دیا جائے، ان کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے یہ دیکھ کر عیسائی سمجھے کہ یہ ڈر گئے، مخاطب کر کے بولے اب تو قبول کر لو، انھوں نے اس کا ایسا جواب دیا جس کا ان کو خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا، انہوں نے فرمایا، میں اس لئے نہیں رو رہا ہوں کہ میرا یہ حشر ہونے والا ہے، میں اس تصور سے رو رہا ہوں کہ میری ایک اکیلی جان ہے ابھی وہ چلی جائیگی، کاش! ہر بن مو سے ایک عبداللہ نکلتا اور تم بار بار اس کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈالتے تا کہ اللہ کے سامنے اپنی ہزار جانیں پیش کر کے سرخ رو ہو سکتا۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

جنگ احد کے موقع پر ایک خاتون آتی ہیں راستے میں بھائی، شوہر، بیٹے کی شہادت کی خبر ملتی ہے، ہر دفع وہ یہی پوچھتی ہیں ہمارے حضور ﷺ کیسے ہیں اس پر یہ کہا جاتا ہے وہ خیریت سے ہیں، کہتی ہیں میں ذرا ان کا دیدار کر لوں، دیکھتے ہی بے ساختہ ان کی زبان سے یہ جملہ نکل جاتا ہے" آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے"

(بقیہ ص: ۲۴ پر)







# سوریا (شام) کی جامعات ومدارس میں دینی تعلیم کا ایک جائزہ

از ............ڈاکٹر مولانا محمد اجتباء ندوی

ملک شام اس کرۂ ارض کا ایک ایسا ملک ہے جس کی تاریخ اسی کرہ کی طرح قدیم بھی ہے اور معروف بھی، اس کے جنوبی وشمالی شہر (دمشق وحلب) کے باشندے اپنی قدیم تہذیب وثقافت، علم وہنر اور فن وکمال پر ہی صرف فخر نہیں کرتے بلکہ بڑے فخر وانبساط اور مسرت سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے یہ دونوں بڑے شہر بلکہ پورا ملک بہشت کا ایک ٹکڑا ہے جسے اس روئے زمین پر لا کر نصب کر دیا گیا ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام ان کے بقول اس کے سرسبز وشاداب پہاڑ (قاسیون) پر جلوہ افروز ہوئے تھے، اور بنی آدم کا پہلا حادثہ قتل اسی پہاڑ پر ہوا تھا، قابیل نے اپنے ہابیل کو قتل کرنے کے بعد حیران وپریشان اپنے کندھے پر لاش اٹھائے ہوئے پوری پہاڑی کا گشت لگایا تھا، دمشق کے گائڈ آج بھی سیاحوں کو جگہ جگہ خون کے دھبے دکھلاتے ہیں اور زور دے کر یہ بھی بتاتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی اس پہاڑ کے ایک کھنڈر میں خوابیدہ ہیں۔

حلب کے باشندے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل ونینوا سے ہجرت کر کے بیت المقدس جاتے ہوئے حلب سے گذرے تھے اور یہاں ٹھہر کر اپنی بکری کے تھنوں سے دودھ نکال کر اپنی اہلیہ کے ساتھ نوش فرمایا تھا اسی وجہ سے اس شہر کا نام (حلب) رکھا گیا، اگر چہ تاریخ کو ان باتوں کے لئے پختہ دلائل وبراہین کی ضرورت ہے۔

جس ملک کی تاریخ اتنی قدیم ومستحکم ہو تو یقینی طور سے اس کا نظام تعلیم بھی پرانا اور منظم ہوگا، عہد ماقبل کی تاریخ کی ورق گردانی اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں ہے، ہاں اسلام نے آ کر ایک شاندار تاریخ رقم کی ہے اور بنو امیہ نے اسے اپنا پایہ تخت بنا کر اسے ایک ابدی عظیم علمی وتعلیمی اور تہذیبی سرمایہ عطا کر دیا ہے، اس کا تسلسل آج تک قائم ہے، اسی کی روشن کی ہوئی مشعل نور ہی کا فیض ہے کہ وہاں ہمیشہ علم کی شمع فروزاں وضوءفشاں رہی، مدرسے، حلقہائے درس، اور جامعات قائم رہیں، دور حاضر میں سرکاری اور نجی جامعات کی تعداد آٹھ ہے، اور مدارس سینکڑوں اور تحفیظ قرآن کریم وتجوید کے معاہد کو شامل کر لیا جائے تو تعداد ہزاروں تک پہونچ جائے گی، صرف وزارت اوقاف کے تحت سابق صدر حافظ الاسد کے نام سے تحفیظ القرآن کے پانچ سو مدرسے ہیں، ان کے علاوہ شہروں قصبوں اور گاؤں میں نجی اور سرکاری مدارس بڑی تعداد میں ہیں۔

سرکاری وغیر سرکاری مدارس کے درجے، سندیں اور تعلیمی مراحل یکساں ہیں، نرسری سے شروع ہو کر ایم اے وپی ایچ ڈی تک کی تعلیم بیشتر اداروں میں دی جاتی ہے، دسویں جماعت تک تمام مضامین یکساں پڑھائے جاتے ہیں، گیارہویں جماعت سے سائنس اور پیشہ ورانہ یا فنی تعلیم الگ کر دی جاتی ہے۔

تمام اسکولوں میں دینی تعلیم کے لئے ہفتہ میں دو گھنٹے ہیں، ایک گھنٹہ قرآن مجید، قرأت وتجوید کے لئے دوسرا گھنٹہ حدیث نبوی کا انتخاب اور اصول واصطلاح حدیث کے مختصر تعارف کے لئے، نیز دینی مباحث (بحوث دینیہ) احکام ومسائل، آداب واخلاق کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں، ان تمام مضامین کا نصاب اور ٹائم ٹیبل دمشق یونیورسٹی کی شریعت فیکلٹی (کلیۃ الشریعۃ) تیار کرتی ہے، کتابوں ونوٹس (مذاکرات) پر کلیۃ الشریعۃ کا نام چھپا ہوتا ہے اگر چہ اس کی ترتیب کے لئے علماء، مشائخ اور دینی مضامین کے اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں مگر ان کا نام نہیں لکھا جاتا ہے۔

پرائمری کے مجموعی نمبروں میں ۱۰٪ فیصد نمبر (دینی مباحث) کے لئے مقرر ہوتے ہیں اور امتحان میں کامیابی کے لئے شمار کئے جاتے ہیں، اور مڈل سے ثانوی تعلیم تک مجموعی نمبروں میں ۲۰٪ فیصد متعین کئے گئے ہیں مگر کامیابی (پاس) کے لئے شمار نہیں کئے جاتے ہیں، مڈل مرحلہ سے ثانوی مرحلہ تک اگر کوئی طالب علم دو مضامین میں فیل ہو گیا تو وہ اپنے درجہ میں فیل قرار دیا جائے گا، اور اسی درجہ میں دوبارہ پڑھنا پڑے گا (عیسائی طلبہ بھی اپنے مذہب سے متعلق تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کا دینی نصاب بہت مختصر ہوتا ہے)۔

چونکہ سوریا میں سنی طلبہ کے علاوہ شیعہ دروز، علوی نصیری اور عیسائی طلبہ بھی ہیں اس لئے نصاب میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

ان سرکاری اسکولوں کے پہلو بہ پہلو پرائیوٹ ونجی ادارے اور حلقہائے درس بھی ہیں، جن کا نظام ونصاب ہمارے یہاں کی طرح الگ ہے۔

سوریا میں صرف دمشق یونیورسٹی میں شریعت فیکلٹی ہے جسے ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ کی کوششوں سے قائم کیا گیا، اس میں بی اے آنرس، ایم اے اور پی ایچ ڈی ڈگری تک کا انتظام ہے، بی اے آنرس کا نصاب چار سال کا ہے جس میں قرآن مجید، حدیث شریف اور اس سے متعلقہ علوم، فقہ، فقہی مذاہب ومسالک کا تقابلی مطالعہ، تاریخ وسیرت نبوی اور عربی زبان وادب وقواعد کے ضروری مباحث کی تعلیم دی جاتی ہے، کلیۃ الشریعۃ دمشق کو اپنے نصاب، معیار، نظام اور اساتذۂ فن کے اعتبار سے عالم عربی میں ایک امتیازی واعلیٰ مقام حاصل ہے۔ ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس فیکلٹی میں داخلہ لیتے ہیں۔ بیرون ملک کے طلبہ کی بھی ایک تعداد زیر تعلیم رہتی ہے، اب آئندہ تدریسی سال سے ملک کے شمالی شہر حلب کی یونیورسٹی میں بھی (کلیۃ الشریعۃ) کے قیام کے لئے حکم صادر ہوگیا ہے۔ نصاب دمشق کی کلیۃ الشریعۃ کے طرز پر تیار کیا جارہا ہے۔

ان سرکاری اداروں کے علاوہ پرائیویٹ ونجی مدارس میں دو ادارے یونیورسٹی معیار کے ہیں:۔

۱۔ مجمع ابی النور الاسلامی یا مجمع الشیخ احمد کفتارو، اس کے زیر انتظام جامع ازہر کے (اصول دین) دینیات کی فیکلٹی اور لیبیا یونیورسٹی کی شریعت فیکلٹی کی شاخ ہے۔

۲۔ معاہد الفتح:۔ اس ادارہ کو یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہے خود اپنی فیکلٹیوں (کلیات) اور جامع ازہر ولیبیا یونیورسٹی کی سندیں عطا کرتا ہے، اس کے صدر (چانسلر) بزرگ عالم دین شیخ عبدالوہاب حلبی ہیں اور نگران اعلیٰ (وائس چانسلر) شیخ حسام فرفور اور ڈین یا پرنسپل شیخ عبدالفتاح بزم ہیں۔

ان دونوں اداروں میں ملک کے طلبہ کے علاوہ عالم عرب واسلام کے طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں کچھ طالب علموں کو وظیفہ (اسکالرشپ) بھی ملتا ہے۔

ان اداروں کے علاوہ (معہد العلوم الشرعیۃ) ہے جس کی متعدد شاخیں ہیں، بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ممتاز وجلیل القدر عالم شیخ علی الدقر نے قائم کیا تھا، اور ملک کا بڑا معیاری ادارہ سمجھا جاتا تھا، سوریا مصر ۱۹۶۱ء میں ختم ہونے کے بعد مسلسل فوجی ولادینی انقلابات کے دوران یہ ادارہ سخت آزمائشوں سے گذرا، مگر اس وقت وہ اپنی سابقہ حالت بحال کرچکا ہے اور گرانقدر خدمت انجام دے رہا ہے، ان دنوں اسی گھرانہ کے چشم وچراغ شیخ منذر الدقر اس کے سربراہ ہیں، جو راقم سطور کے ہم سبق اور مخلص دوست بھی ہیں۔

ایک دوسرا قدیم ادارہ معہد النابلسی ہے جس میں دینی ودنیوی تعلیم کا علاحدہ علاحدہ انتظام ہے۔ عصری ادارہ میں نصاب تعلیم وزارت تعلیم کا منظور شدہ ہے اور دینی ادارہ میں خالص دینی تعلیم دی جاتی ہے، اس کے سربراہ شیخ محمد راتب النابلسی ہیں، ان دنوں یہ جامع بنی امیہ کے امام وخطیب بھی ہیں، ان کا نسبی تعلق دمشق کے معروف نقشبندی شیخ طریقت شیخ عبدالغنی النابلسی سے ہے۔

ایک نیا ادارہ چند سال قبل (مرکز الدراسات الاسلامیہ) مرکز تحقیقات اسلامی کے نام سے قائم ہوا جس کے سربراہ رکن پارلیمنٹ اور ممتاز اسکالر ڈاکٹر محمد الحبش ہیں، اور ان کے معاون ڈاکٹر محمود کفتارو ہیں۔

عموماً وہاں تعلیم وتدریس کے لئے نصاب کی قدیم کتابوں کے علاوہ اساتذہ خود مذاکرات تیار کرتے ہیں اور اسے محاضرات (لیکچرز) کی شکل میں پڑھاتے ہیں، کلیۃ الشریعۃ اور وزارت تعلیم کا تیار کردہ نصاب تعلیم بطور حوالہ اور مطالعہ کے نصاب میں داخل ہے۔

جمہوریہ عرب سوریہ (شام) جو مسلم خلافتوں اور عثمانی ترکی خلافت کے حکمرانی کے وقت تک (بلاد الشام) عظیم شامی ریاست کا حصہ تھا، ۱۹۲۰ء میں فرانسیسی وانگریزی سامراج نے اپنا تسلط قائم کرکے اسے کئی ملکوں (سوریا، لبنان، اردن اور فلسطین) میں تقسیم کردیا اور آخر میں عالمی یہودی صہیونی ومغربی سامراجی سازش رچاکر ۱۹۴۸ء میں فلسطین کے ایک حصہ پر یہودی ریاست (اسرائیل) کے نام سے قائم کردی، اس تقسیم کا اثر ان تمام حصوں کے نظام تعلیم اور نصاب درس پر پڑا، اور عموماً نصاب تعلیم (ثنویت) قائم ہوگئی، دینی وعصری تعلیم کی علاحدہ علاحدہ داغ بیل پڑگئی، ۱۹۱۹ء میں سوریا نے فیصل بن شریف حسین (شریف مکہ) اور انگریزی فوج کے تعاون سے عثمانی ترکی خلافت سے علاحدگی اختیار کرلی، فیصل کو عرب سلطنت کا بادشاہ مقرر کردیا، ہاشم الأتاسی وزیر اعظم متعین کئے گئے، انھوں نے وزارت کی تشکیل کرکے وزارت تعلیم ممتاز ادیب ومفکر استاذ محمد کرد علی (بانی عربی اکیڈمی دمشق) کو اس کا قلمدان سپرد کیا، انھوں نے ازسر نو جدید وترقی یافتہ نصاب تعلیم مرتب کرنے کے لئے ملک کے ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی اس کے اہم اراکین میں استاذ محمد المبارک، علی الطنطاوی، ساطع المصری اور کامل عیاد کے نام تھے سابق الذکر دونوں اعتدال پسند اسلامی مفکر تھے اور آخر الذکر دونوں شدت پسند، مغرب نواز سیکولر مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور ایک عرصہ کے بعد ملک کی معروف (بعث پارٹی) سے وابستہ ہوگئے بلکہ اس کے بانیوں میں شمار ہوئے، ابھی نصاب سازی ابتدائی مرحلوں میں ہی تھی کہ ۱۹۲۰ء کے آغاز میں




فرانس نے فوج کشی کرکے شام پر قبضہ کرلیا اور فیصل کی بادشاہت ختم کردی، وہ انگریزوں کی پناہ میں چلے گئے اور تعلیمی نظام فرانسیسی سامراج کے حسب منشا نافذ ہوگیا، ۱۹۴۶ء میں آزادئ وطن کے بعد ازسرنو کمیٹی نصاب سازی کا عمل شروع کیا، اور مذکورہ بالا چاروں ارکان باقی رہے مگر نصاب ترتیب دینے میں خاصی دشواری پیش آئی، عقیدہ وفکر کے اختلاف کی وجہ سے بڑے بحث ومباحثہ اور جدل وجدال کے بعد نصاب تیار ہوا، اور حکومت نے اسے منظوری دی ان دونوں اسلامی دانشوروں اور ماہرین نصاب استاذ محمد المبارک اور استاذ علی الطنطاوی رحمہما اللہ کی کوششوں سے اس سرکاری نصاب میں اسلامی علوم اور دینی مباحث کے لئے اہم مقام وحصہ حاصل ہوسکا، ۱۹۶۴ء میں فوجی انقلاب کے بعد ''بعث پارٹی'' کی مستحکم حکومت قائم ہونے کے بعد نصاب تعلیم تبدیل کردیا گیا، ۱۹۸۰ء کے بعد حافظ الأسد کی حکومت میں علماء ومشائخ کے مطالبہ پر سرکاری اسکولوں میں دو گھنٹے (دینیات) کے لئے مخصوص کئے گئے جن کا تذکرہ تفصیل سے مذکورہ بالا سطروں میں کیا جاچکا ہے، پرائیویٹ ونجی مدارس بمشکل وسخت آزمائش کے سایہ میں اپنے نصاب کے مطابق تعلیمی سلسلہ جاری رکھتے رہے، ادھر کچھ عرصہ سے یہ دینی ادارے آزادی کے ساتھ کام کرنے لگے ہیں، اور روز افزوں ترقی پذیر ہیں، انشاءاللہ ان کے ذریعہ اسلامی فکر اور دینی تعلیم کے چراغ روشن رہیں گے۔

استاذ گرامی جلیل القدر عالم وممتاز اسلامی مفکر استاذ محمد مبارک (ان کے تفصیلی حالات کے لئے راقم سطور کی کتاب ''تاریخ فکر اسلامی'' ملاحظہ فرمائیں) (جو نصاب کمیٹی کے رکن تھے) کا خیال تھا کہ دینی وعصری تعلیم کے ادارے الگ قائم کرنے کے بجائے ایک ایسا مشترکہ نصاب تعلیم ترتیب دینا چاہئے جو اسلامی عقیدہ وفکر پر مبنی ہو اور ثانوی تعلیم تک سب کے لئے لازمی ہو، جامعی واعلیٰ تعلیم کے مرحلہ پر (اختصاص) کا ایک ٹھوس، مستحکم اور مربوط وجامع نصاب تیار کرکے جامعات میں نافذ کیا جائے، اس کے ذریعہ زیادہ نتیجہ خیز اور ثمر آور فائدے حاصل ہوں گے، اور باہم دوریاں اور تعلیمی خلیج کم کی جاسکے گی، استاذ محمد المبارک کی نظر میں پورا عالم اسلام تھا، وہ تمام مسلم ملکوں میں (دینی وعصری علوم) کے اداروں کو اس طرح ایک لڑی میں پرونا چاہتے تھے کہ دونوں کے واسطہ سے یکساں فائدہ حاصل ہو، اور مسلم معاشرہ میں دونوں میں سے کسی ایک کی بھی حق تلفی نہ ہو، اس خیال کو ہمارے ماہرین تعلیم بھی غور وفکر کا موضوع بنائیں تو نصاب تعلیم کے لئے بہتر شکل نکل سکتی ہے۔

سوریا کے دینی نصاب تعلیم اور نظام درس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے قرآن مجید، حدیث نبوی، فقہ اور اس کے علوم کے ساتھ ادیان وفرق، مذاہب اور فقہی مسالک (تمام مکاتب فقہ) کا (تقابلی مطالعہ) لازمی طور سے داخل نصاب کر رکھا ہے، اس کا پورے طور سے لحاظ رکھا گیا ہے کہ کسی مذہب ومسلک کی حق تلفی نہ ہو اور بے کم وکاست تعارف کرایا جائے، اور تقابل کرایا جائے، غالباً یہ اسی کا ثمرہ ہے کہ عربوں اور خصوصاً سوریا میں مسلکی تنازعات نہیں ہیں اور کسی ایک مسلک کے لئے علاحدہ مسجد تعمیر نہیں کی گئی ہے۔

دینی وعصری تعلیم کے پورے جائزہ کی ضرورت ہے اور سب کو مل بیٹھ کر ایک ایسا نصاب تعلیم مرتب کرکے وفاقی شکل دینے کی ضرورت ہے جس سے امت مسلمہ مکمل وجامع طور پر تعلیم یافتہ بن کر

(بقیہ ص: ۲۹)

☆ اس منصوبہ کی رو سے نہر اردن اور بحر ابیض متوسط کے درمیان خطہ میں اسرائیل کی پوری گرفت ہوگی۔

☆ اس پر عملدرآمد کے بعد فلسطینی مسئلہ میں اسرائیل ہر قسم کی سیاسی، اخلاقی اور معاشی پابندیوں سے آزاد ہو جائیگا اور بہت آسانی سے فلسطین کے مسئلہ کو سیاست کے اسٹیج سے انسانیت پرلا کھڑا کردیگا۔

☆ فلسطین کی وہ آبادی جو اس منصوبہ سے متاثر ہوکر معاشی اور انتظامی دباؤ اور بحران کا شکار ہونگے وہاں کشمکش شروع ہو جائیگی جس کے نتیجہ میں طبعی طور پر انتشار وانارکی جنم لیگی اور آپسی رسا کشی، علاقائی وخاندانی عصبیتوں کو فروغ ملیگا۔

☆ اسرائیل اپنی نگرانی میں محدود خشکی کے راستوں کو کھول دیگا جہاں سے اسرائیلی پلیٹ فارم سے فلسطین میں کشمکش کی درآمد ہوگی۔

☆ اس صورت حال سے مجبور ہوکر فلسطینی امن اور اچھی زندگی کے تلاش میں اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں کثیر تعداد میں جاکر آباد ہونگے اور وہاں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں گے اور اس فلسطین کی آبادگھٹتی جائیگی اور ملک بانجھ ہوتا چلا جائیگا جبکہ دوسری طرف اسرائیلی آبادی کثرت ہجرت کی وجہ سے بڑھتی چلی جائیگی۔

☆ ۲۰۰۸ء تک فلسطینی اور اسرائیلی طرز حیات اور معیار حیات میں ایک نمایاں فرق آچکا ہوگا۔

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے دانشور اسرائیل کے اس اقدام کو نہ صرف استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ وہ حماس کو اس کا مشورہ بھی دے رہے ہیں کہ خطہ میں طویل امن کے قیام کے لئے اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرنے کے لئے حماس کو غور کرنا چاہئے مذکورہ بالا تجزیہ کی روشنی میں یہ نظریہ سطحی اور یہودیت کی تاریخ مکر وفریب سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

☆☆☆☆☆

# رسید کتب

از: ............ شمس الحق ندوی

**نام کتاب: بکھرے موتی جلد چہارم**
انتخاب وترتیب:
مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری
ناشر :الأمین کتابستان دیوبند
مدنی مارکٹ دوکان نمبر ۹، دیوبند ۲۴۷۵۵۴

اس وقت نگاہوں کے سامنے مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''بکھرے موتی'' کا چوتھا حصہ ہے، دعاۃ و مصلحین کا ہمیشہ سے یہ دستور وعمل رہا ہے کہ بات کو حاضرین کے دل ودماغ میں اتارنے اور احساسات وجذبات ایمانی کو جگانے اور بیدار کرنے کے لئے عملی مثالیں اور نمونے بیان کئے جاتے ہیں، رجوع وانابت کی کیفیت کو بڑھانے کے لئے بے عملی اور گناہوں کے سبب اللہ تعالی کی ناراضگی اور بدحالی کے عبرت انگیز واقعات بھی سنائے جاتے ہیں جس کی مثالیں خود قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بکثرت موجود ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صدقات میں ایسے واقعات نقل فرمائے ہیں جن کو پڑھ کر عمل کا شوق وجذبہ بڑھتا اور دل یاد خداوندی سے سرشار ہو کر مچلتا ہے، مولانا محمد یونس صاحب نے اپنے وعظ وبیان میں ایسے ہی موثر اور گداز پیدا کرنے والے قصص وحکایات سے کام لیا ہے جو مستند حوالوں کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

یہ کتاب انھیں قصص وحکایات کا چوتھا حصہ ہے جو بہترین جلد اور عمدہ طباعت کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے اور بہت عام فہم انداز میں آیا ہے کہ اس سے خاص وعام بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کسی عمدہ اور لذیذ کھانے کی بہت زیادہ تعریف وتوصیف بیان کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی اس کو چکھ لے۔ بکھرے موتی کا یہ چوتھا حصہ جب پڑھنے والا پڑھے گا تبھی اس کی اصل قدر وقیمت اور افادیت وتاثیر کا اندازہ ہوگا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ آمین

### تحفۂ مسابقات

مرتب : مولانا عبدالرحیم صاحب استاذ تفسیر وحدیث جامعہ سلیمانیہ اشاعت العلوم (اکل کوا)
ملنے کا پتہ: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، ضلع نندوربار، مہاراشٹر

اللہ تعالی مولانا غلام وستانوی صاحب کی عمر دراز کرے! بزرگوں کی دعاؤں خصوصاً مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے ان کے ذریعہ اللہ تعالی دینی علوم کی نشر واشاعت کا بڑا کام لے رہا ہے، خاص طور سے تصحیح قرآن کریم اور طلبہ کے تفسیری مقابلوں کے ذریعہ قابل قدر خدمت انجام پا رہی ہے، ندوہ کے بزرگوں سے ان کو خاصی مناسبت اور نیازمندانہ تعلق ہے، اللہ تعالی نظر بد سے بچائے اور اعجاب بالنفس کے فتنہ سے بہت دور رکھے جو ہمیشہ سے بڑا مہلک مرض رہا ہے۔

زیر نظر کتاب تحفۂ مسابقات (تفسیریہ) طلبہ کے ان تفسیری مقابلوں کے سوالات وجوابات کا مجموعہ ہے جو مختلف مقابلوں میں ہوئے جن میں سورہ یٰسین، سورہ الصافات اور سورہ ''ص'' کے متعلق شان نزول، نحوی صرفی سوالات، بعض تفسیری نکات طلبہ کی سطح سے بیان کئے گئے۔

کتاب میں ان تفسیروں کا جو مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں مختصر تعارف وخصوصیات کا بھی ذکر ہے جو طلبہ کے لئے بہت مفید ہے اور اس کے مطالعہ سے اچھی خاصی تفسیری مناسبت پیدا ہو سکتی ہے البتہ بعض چیزیں نظر ثانی کے قابل ہیں جو دوسرے ایڈیشن میں امید ہے کہ دور کردی جائیں گی، آخر میں تجوید سے متعلق سوالات وجوابات بھی ہیں جو تصحیح قرآن کریم کے لئے بہت مفید ہیں۔ یہ مقابلے ملک کے مختلف شہروں میں کسی مدرسہ اور جامعہ کی ضیافت میں ہوتے ہیں اس سال یہ مسابقہ ندوہ کی شاخ الفلاح اندور میں ہوا جو بہت کامیاب رہا دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شعبۂ قرأت کے ذمہ دار قاری ریاض صاحب بحیثیت حکم ان مقابلوں میں برابر شریک ہوتے ہیں، جن سے ان مقابلوں کی کامیابی کی تفصیلات معلوم ہوتی رہتی ہیں امید ہے کہ یہ سلسلہ پورے ذوق ونشاط کے ساتھ جاری رہے گا کہ ؏

اس کو فرصت نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

ان مقابلوں کی ترتیب ونظم کا کام وستانوی صاحب کے دست وبازو مولانا عبدالرحیم صاحب انجام دیتے ہیں جو اس کتاب کے مرتب کی حیثیت سے اپنی قوت کار وسرگرمی کی مثال خود پیش کر رہے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالی صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ان سے اپنے دین کی خدمت کا کام لیتا رہے۔

☆☆☆☆☆

شعبۂ تعمیر وترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے محرر مولوی برکت اللہ صاحب ندوی کی والدہ ماجدہ کا ۸ر مئی ۲۰۰۶ء کو اپنے وطن سنت کبیر نگر میں علی الصباح انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ پاک مرحومہ کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس عطا کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)





# جدید جمہوریت کے سیاہ کارنامے

## (صرف امریکی استعمار نے ۹ کروڑ سرخ ہندیوں کو قتل کیا)

ترجمہ از انگریزی ............ مائیکل مین

مغرب اور مشرق کے تمام سیکولر مفکرین سترہویں صدی کے پہلے زمانہ کو Dark Age تاریک زمانہ کہتے ہیں، لیکن اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ سترہویں صدی اور اس سے قبل کی پوری تاریخ میں صرف ۴۷ کروڑ لوگ قتل کئے گئے اس میں بھی تین چوتھائی قتل چینی شہنشاہیتوں اور تاتاریوں کے ہاتھوں ہوئے، مذہبی بنیادوں پر قتل عام بہت مختصر اور نہ کے برابر ہے، بیسویں صدی جس کو جمہوریت، مساوات، انسانی حقوق اور سائنسی ترقی اور روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے اس روشنی پر کیونکر ماتم نہ کیا جائے کہ اس صدی کے صرف ابتدائی اٹھاسی سال میں ۳۶ کروڑ لوگ قتل کئے گئے، چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر، تہذیب کی چند جھلکیاں آپ کو اس کالم میں ملیں گی۔
آئندہ بھی آپ اس کالم کے آئینہ میں انشاء اللہ تہذیب مغرب کا ''چہرہ'' دیکھ سکیں گے۔

پروفیسر مائکل مین کیلی فورنیا یونیورسٹی کے سوشیالوجی کے پروفیسر ہیں، ان کی نسل کشی سے متعلق کئی کتب شائع ہوچکی ہیں، ان کتب میں کیمبرج یونیورسٹی پریس سے شائع ہونے والی The Dark Side of Democracy شائع شدہ ۲۰۰۵ء، The Source of Social Power شائع شدہ ۱۹۹۳ء، ۱۹۸۶ء، Facsist شائع شدہ ۲۰۰۴ء شامل ہیں۔ مائکل مین کا مضمون ''جمہوریت اور نسل کشی میں فطری تعلق'' جو ان کی کتاب The Dark Side of Democracy میں شامل ہے۔ اس میں جدید جمہوریتوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کروڑوں انسانوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، یہ مضمون لندن سے شائع ہونے والے رسالے New Left Review میں شائع ہوچکا ہے۔

مائکل مین کے مطابق جمہوریت کے سنہری دور میں چھ کروڑ انسانوں کو قتل کیا گیا۔

۱۔ ۱۹۱۶ء سے قبل کی دہائیوں میں پچیس لاکھ یہودی مغرب کی طرف نقل مکانی کر گئے۔

۲۔ تشدد کی آخری لہر بلقان (Balkan) جنگوں کی صورت میں ظاہر ہوئی جس سے سلطنت عثمانیہ کے پانچ لاکھ عیسائی عوام شمال کی جانب فرار پر مجبور ہوئے۔

۳۔ قوم پرست ترکوں کی جانب سے آرمینیا میں دس لاکھ افراد کا قتل عام کیا گیا۔

۴۔ پچیس ہزار یوکرائنی یہودی خود یوکرائن ہی کے قوم پرستوں کے ہاتھوں مارے گئے اور پچاس ہزار سے زائد کو White آرمی نے مار ڈالا۔

۵۔ پولینڈ کے ۲۰ لاکھ باشندوں، ۲۰ لاکھ سے زائد روسیوں، اور یوکرائنوں، تقریباً دس لاکھ جرمنوں، اندازاً ۲ لاکھ ۵۰ ہزار اہل ہنگری، ۲۰ لاکھ افراد کو ''لتھوانیا'' اور ''لاتویا'' اور ''ایستونیا'' سے ترک وطن کرنا پڑا۔

۶۔ نازیوں نے بیسویں صدی میں یورپ اور امریکا کے دماغی طور پر معذور افراد کے اتلاف اور منحرفین کے حیاتیاتی انضمام کا دائرہ قتل وغارت پر مبنی تطہیر تک وسیع کردیا، جنگ سے قبل ہی لوگوں کی حیاتیاتی خاصیت کو بچانے کی خاطر ۷۰ ہزار دماغی مریضوں کو مار ڈالا گیا، اس کے بعد نیم فوجی قائدین نے نسل کشی کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا تقریباً ۲ لاکھ مریضوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کارروائی کا جال اتنا پھیلا کہ اس میں پولینڈ، روس اور فرانس کے مریض بھی شامل کر لئے گئے۔

۷۔ آریائی نوآبادیاتی بنانے والوں کے لئے زمین حاصل کرنے کی غرض سے پولینڈ کے ۲۰ لاکھ باشندے قتل کردیئے گئے۔

۸۔ یورپ میں آباد یہودیوں کا تین چوتھائی یعنی ۶۰ لاکھ کے قریب قتل کردیئے گئے۔ اگرچہ ۷۰ لاکھ غیر یہودی سوویت شہری، ۳۰ لاکھ سوویت جنگی قیدیوں کا قتل بھی سیاسی تطہیر کا حصہ تھا۔

۹۔ اوستاچے Ustache نے اپنی سرزمین سے سربوں کو نکال باہر کیا جس سے ۳ لاکھ افراد کو قتل کیا۔

۱۰۔ سوشلزم کے مخالفین کا صفایا لاکھوں میں ہوگیا۔

۱۱۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد دو جرمن ملکتوں کے مشرق اور آسٹریا میں آباد ایک کروڑ ستر لاکھ

ہماس باشندوں میں سے (سوویت یونین میں رہائش پذیر ۲۰ لاکھ جرمن اس تعداد کے علاوہ تھے) ۱۱ لاکھ جنگ کی نذر ہوئے۔

۱۲۔ تقریباً ایک لاکھ کروشیائی باشندوں کو جب وہ ہتھیار ڈال چکے تھے سربوں نے قتل کر دیا اور ایک لاکھ ۵۰ ہزار ترک باشندوں کو بلغاریہ سے نکال دیا گیا۔

دائرۃ المعارف Wikipedia: نسل کشی کے قدیم وجدید اعداد وشمار

**Biblical Genocide:**

بائبل کے اندر مختلف Genocide واقعات کا تذکرہ ہے جن کی صحت ذاتی رائے پر مبنی ہے ان میں چند یہ ہیں:

☆ مصریوں کے ہاتھوں اسرائیل کی غلامی اور یہودیوں کا قتل۔

☆ کنعانی Canaanite افراد اور Moses اور Joshua کے درمیان جنگ۔

## ایران میں سکندر اعظم کی نسل کشی:

مقدونیہ کا جنرل سکندر اعظم اور اس کی فوج نے ایران کے دارالحکومت میں ۶۰ ہزار افراد کو قتل کیا، اس نے تقریباً تمام باشندوں کو ذبح کیا اور مقامات کو نذر آتش کیا۔

## رومۃ الکبریٰ

رومن امپائر کے ہاتھوں نسل کشی کے مندرجہ ذیل واقعات بیان کئے گئے ہیں:

☆ Helvetti کے خلاف Caesais جنگ میں ۶۰ فیصد قبیلے مار دیے گئے، ۲۰ فیصد غلامی میں لے لئے گئے۔

☆ Carthage شہر مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔

☆ یروشلم: شہر جلا دیا گیا اور شہریوں کو غلام بنا لیا گیا۔

## فرانس:

Albegensian Crusade (۱۲۰۹-۱۲۲۹ء) کو Genocide تصور کیا جا سکتا ہے، یہ Cathar افراد کے خلاف تھا، اس میں Inquisition اور فوج کا استعمال ہوا۔

Vendee کی جنگیں: اس میں عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے۔

## امریکہ:

بعض اوقات منظم اور بعض اوقات غیر منظم طویل قتل عام وجود میں آیا، یورپیوں کے ہاتھوں شمالی اور جنوبی امریکا کے باشندوں کا قتل عام تاریخ کا سب سے طویل قتل عام ہے، بعض اعداد وشمار کے مطابق امریکا اور کینیڈا سے پہلے کے مقامی باشندوں کی تعداد ۱۸ لاکھ سے زائد تھی، اگلی چار صدیوں میں ان کی تعداد دو لاکھ ۳۷ ہزار رہ گئی اور اکثر مقامی باشندے ختم ہو گئے، میکسیکو کی آبادی ۳ کروڑ سے ۲۰ لاکھ تک رہ گئی۔

کرسٹوفر کولمبس کی امریکا آمد کے بعد مقامی آبادی کم سے کم تر ہوتی گئی۔

## کینیڈا:

Beothuk عوام جو نیوفاؤنڈ لینڈ کی سب سے قدیم آبادی ہے یورپی نوآبادیوں کے جھگڑوں کے نتیجے میں ختم ہو چکی ہے۔

## گوئٹے مالا:

خانہ جنگی کے دوران سرخ ہندیوں کی ایک بڑی تعداد قتل ہوگئی، تقریباً ۷۵ ہزار ۶ سو مایا (Maya) آبادی کو ختم کر دیا گیا۔

## کانگو:

بادشاہ لیوپولڈ دوم کے زمانے میں کانگو کی آزاد ریاست کو بہت ساری جانوں کے ضیاع کا سامنا کرنا پڑا جو کہ مقامی آبادی کے ساتھ ربر کی پیداوار کے تنازعے کی وجہ سے ہوا۔

لیوپولڈ دوم (بلجیم کے) کی شہرت ایک ظالم تباہ کن خود قائم کردہ آزاد حکومت کے طور پر تھی اس کی قائم کردہ Free State خود بلجیم سے جغرافیائی طور پر ۷۶ گنا بڑی تھی، ۱۸۸۰ء اور ۱۹۲۰ء کے دوران کانگو کی آبادی نصف ہوگئی، ۱۰ ملین سے زائد مقامی آبادی کو بورژوا طبقے کی وجہ سے بھوک، قتل اور بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

## آسٹریلیا:

آسٹریلیا کی قدیم آبادی کو قفقازی (Caucasian) نسل کے لوگوں کے نفوذ کی وجہ سے کمی کا سامنا کرنا پڑا، ان کی آبادی کو بہت سے نئے آبادکاروں کی وجہ سے بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا، جس سے وہ موت کا شکار ہوئے۔

قدیم آبادی کے بچوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کے آسٹریلوی حکومت کے عمل کو Genocide قرار دیا گیا، جب کہ تسمانیہ میں جو نسلی طور پر مختلف قدیم آبادی موجود تھی انیسویں صدی میں ختم ہو گئی۔

## جرمن، شمال مغربی افریقہ:

جرمنی نے افریقہ کے Herero اور Nama قبائل کے افراد کا قتل عام کیا جس کو Genocide کی ابتدائی واقعات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا، مجموعی طور پر ۶۵۰۰۰ ہریرو، کل ہریرو باشندوں کا ۸۰ فیصد) قتل کئے گئے اور ۱۰۰۰۰ ناما قتل کئے گئے، یہ Genocide قحط اور کنوؤں میں زہر ملانے کے ذریعہ کیا گیا۔

## ترکی:

عثمانیہ سلطنت نے ۶ لاکھ سے ۱۵ لاکھ آرمینیائی باشندے قتل کئے، ترکی حکومت سرکاری طور پر اس کی تردید کرتی ہے، ۳ سے ۶ لاکھ یونانی Pontian عثمانیہ سلطنت میں مارے گئے۔

## جرمن نازی نسل کشی:

ہولوکاسٹ میں تقریباً ایک کروڑ ۱۰ لاکھ افراد قتل ہوئے جن میں ۶۰ لاکھ یورپی اور یہودی تھے،



جن میں سے ۳۰ لاکھ پولش اور یہودی تھے۔

اس Genocide میں ۵۷ لاکھ روسی شہری اور ۳۲ لاکھ جنگی قیدی ہلاک ہوئے۔

## دوسری جنگ عظیم میں جاپانی نسل کشی:

بعض لوگوں کے دعویٰ کے مطابق ۳ لاکھ افراد مارے گئے، اس قتل عام میں چینی آبادی کو نشانہ بنایا گیا۔

کیمیائی جنگ کے دوران ۳۰ ہزار افراد مارے گئے۔

۱۹۴۲ء میں نسلی چینی سنگاپور میں منظم طور پر قتل کئے گئے اس قتل عام کی تعداد ۵ ہزار اور ۱۰ ہزار تک تھی، مجموعی طور پر ۲ کروڑ چینی، ۹۰ لاکھ کوریائی، ۲۰ لاکھ تائیوانی اور بڑی تعداد میں جنوب مشرقی ایشیائی شہری دوسری جنگ عظیم میں قتل کئے گئے۔

## کمبوڈیا:

۱۹۷۵ سے ۱۹۷۹ کے دوران ۱۷ لاکھ کمبوڈیائی باشندے ہلاک ہو گئے۔

## رائٹر: جنگ عظیم دوم، مقتولین کے اعداد وشمار

دوسری جنگ عظیم انسانی جانوں کے حوالے سے مہنگی ترین جنگ تھی، جس کے دوران پانچ کروڑ انسانی جانوں کا ضیاع ہوا، ان میں عام شہری اور فوجی بھی شامل تھے، علاوہ ازیں اس میں چھ لاکھ یہودی بھی شامل ہیں جو ہولوکاسٹ کے نتیجے میں ہلاک ہوئے۔ اے ایف پی کی ۸ رمئی کو جاری کی گئی خبر کے مطابق الجزائر کے عوام نے ۸ رمئی ۱۹۴۵ء کو قتل ہونے والے الجزائری باشندوں کے لئے یوم سوگ منایا، الجزائری عوام کے مطابق فرانس کے ہاتھوں ۸ رمئی کو ۴۵۰۰ ہزار افراد قتل ہوئے، جب کہ یورپی محققین کے مطابق ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۱۵ سے ۲۰ ہزار تھی، تمام اقوام کے اتفاق کے بعد تشکیل دیے جانے والے اعداد وشمار کے مطابق دوسری جنگ عظیم میں مختلف ممالک میں ہونے والی ہلاکتوں کی تفصیل رائٹرز نیوز ایجنسی نے مورخہ ۸ رمئی کو جاری کی۔

| نام ملک | فوجی | شہری | کل اموات |
|---|---|---|---|
| روس | ۱ کروڑ ۳۶ لاکھ | ۷۷ لاکھ | ۲ کروڑ ۱۳ لاکھ |
| جرمنی | ۳۲ لاکھ ۵۰ ہزار | ۳۸ لاکھ ۱۰ ہزار | ۷۰ لاکھ ۶۰ ہزار |
| جاپان | ۱۵ لاکھ ۶ ہزار | ۳ لاکھ | ۱۸ لاکھ ۶ ہزار |
| چین | ۱۳ لاکھ ۲۴ ہزار | ۱ کروڑ | ۱ کروڑ ۱۳ لاکھ ۲۴ ہزار |
| پولینڈ | ۸ لاکھ ۵۰ ہزار | ۶۰ لاکھ | ۶۸ لاکھ ۵۰ ہزار |
| رومانیہ | ۵ لاکھ ۲۰ ہزار | ۴ لاکھ ۵۶ ہزار | ۹ لاکھ ۸۵ ہزار |
| ہنگری | ........ | ........ | ۷ لاکھ ۵۰ ہزار |
| آسٹریا | ۳ لاکھ ۸۰ ہزار | ۱ لاکھ ۴۵ ہزار | ۵ لاکھ ۵۲ ہزار |
| فرانس | ۳ لاکھ ۴۰ ہزار | ۴ لاکھ ۶۵ ہزار | ۸ لاکھ ۱۰ ہزار |
| یونان | ........ | ........ | ۵ لاکھ ۲۰ ہزار |
| اٹلی | ۳ لاکھ ۳۰ ہزار | ۸۰ ہزار | ۴ لاکھ ۱۰ ہزار |
| چیکوسلواکیہ | ........ | ........ | ۴ لاکھ |
| برطانیہ | ۳ لاکھ ۲۶ ہزار | ۶۲ ہزار | ۳ لاکھ ۸۸ ہزار |
| یوگوسلاویہ | ۳ لاکھ | ۱۴ لاکھ | ۱۷ لاکھ |
| ریاست ہائے متحدہ امریکہ | ۲ لاکھ ۹۵ ہزار | ........ | ۲ لاکھ ۹۵ ہزار |
| فن لینڈ | ۷۹ ہزار | ........ | ۷۹ ہزار |
| کینیڈا | ۳۹ ہزار | ........ | ۳۹ ہزار |
| انڈیا | ۳۶ ہزار | ........ | ۳۶ ہزار |
| آسٹریلیا | ۲۹ ہزار | ........ | ۲۹ ہزار |
| فلپائن | ۲۷ ہزار | ۹۱ ہزار | ۱ لاکھ ۱۸ ہزار |
| بلغاریہ | ۱۹ ہزار | ۲ ہزار | ۲۱ ہزار |
| نیوزی لینڈ | ۱۲ ہزار | ........ | ۱۲ ہزار |
| ہالینڈ | ۱۴ ہزار | ۲ لاکھ ۳۶ ہزار | ۲ لاکھ ۵۰ ہزار |
| بلجیم | ۱۰ ہزار | ۷۵ ہزار | ۸۵ ہزار |
| شمالی افریقہ | ۹ ہزار | ........ | ۹ ہزار |
| ناروے | ۵ ہزار | ........ | ۵ ہزار |
| ڈینمارک | ۴ ہزار | ........ | ۴ ہزار |
| کل اموات (رائٹرز کے مطابق) | ۲ کروڑ ۲ ۳۱ لاکھ ۳۰ ہزار | ۳ کروڑ ۸۳ لاکھ ۳۶ ہزار | ۵ کروڑ ۴۸ لاکھ ۸۰ ہزار |

شخصیت

# رشید حسن خاں-ایک بلند پایہ محقق اور ناقد

## کچھ یادیں کچھ باتیں

از ............ فیصل احمد ندوی بھٹکلی

ادیب وناقد رشید حسن خاں علمی دنیا کی مشہور شخصیت ہیں، اردو زبان میں تاریخ وتنقید اور تبصرہ کا جو عظیم کارنامہ انہوں نے انجام دیا ہے وہ اردو زبان کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ نئی نسل ایسی شخصیت کے کارناموں، افکارونظریات اور نقوش وخطوط سے واقف ہوکر فائدہ اُٹھائے، اسی کے پیش نظر درج ذیل مضمون قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے کہ دینی مدارس کا ایک بڑا حلقہ ان سے ناواقف ہے۔

رشید حسن خاں، اردو دنیا کا ایک معتبر نام ہے، ان کی شخصیت جہاں ادبی میدان میں ایک معلم اور رہنما کا پارٹ ادا کرتی ہے، وہیں اس بات کی بھی آئینہ دار ہے کہ آدمی ذاتی محنت سے کیا کچھ نہیں بن سکتا! وہ نہ کسی مدرسے کے فارغ التحصیل تھے نہ کسی یونیورسٹی کے ڈگری ہولڈر، ان کے نام کے ساتھ نہ ڈاکٹر اور پروفیسر کا کوئی سابقہ تھا، نہ ایم.اے. اور پی.ایچ.ڈی کا کوئی لاحقہ، وہ ادبی تحقیق کے باوا آدم بنے تو اپنے بل بوتے پر، تدوینِ متن کے شہنشاہ قرار پائے تو اپنے اعتماد پر۔

ان کی پیدائش بقولِ خود ان کے: دسمبر ۱۹۲۵ء میں ہوئی، باضابطہ رسمی تعلیم جو کچھ ہوئی وہ شاہ جہاں پور کے عربی مدرسہ بحر العلوم میں، جہاں ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۹ء تک زیر تعلیم رہ کر انھوں نے درسِ نظامی کے متوسطات تک تعلیم حاصل کی۔ اسی زمانے میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی اور شاہ جہاں پور کی آرڈننس کلورنگ فیکٹری میں زور وشور سے بھرتی ہونے لگی (آرمی کی اس فیکٹری میں فوجی وردیاں سلتی تھیں) گھر کے معاشی حالات اچھے نہیں تھے، اس لیے مدرسہ کو خیر باد کہہ کر فیکٹری کی ملازمت اختیار کرنی پڑی، تقریباً آٹھ سال وہاں کام کیا، پھر شہر کے عربی مدرسہ فیض عام میں درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھانے کے لیے تقرر ہوا، لیکن داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ نے پڑھنے سے انکار کیا، اس لیے بجائے درس نظامی کے منشی، مولوی اور منشی کامل کے طلبہ کی تیاری کے لیے ان کو رکھا گیا، اس کے کچھ عرصے کے بعد شاہ جہاں پور کے اسلامیہ ہائر سکنڈری اسکول میں فارسی اردو کی ایک جگہ خالی ہوئی اور ان کو وہاں ملازمت مل گئی، اس طرح ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۹ء کے وسط تک وہاں کام کرتے رہے۔ اس سے پہلے یوپی کے عربی فارسی بورڈ سے مولوی کا امتحان پاس کرچکے تھے، نیز لکھنؤ یونی ورسٹی کے اورینٹل ڈپارٹمنٹ سے دبیر کامل کا امتحان بھی امتیاز کے ساتھ پاس کیا تھا۔ اگست ۱۹۵۹ء میں دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے وابستہ ہوئے، جہاں ریسرچ اسسٹنٹ کے طور پر ان کا تقرر ہوا، پھر وہیں ریسرچ اسوسی ایٹ ہوگئے، اور ۳۱ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو ریٹائر ہوکر اپنے وطن شاہ جہاں پور میں مستقل سکونت اختیار کی اور اپنے علمی وتحقیقی کاموں میں یکسو ہوکر پوری تندہی کے ساتھ مصروف رہے، یہاں تک کہ ۲۵ اور ۲۶ر فروری ۲۰۰۶ء کی درمیانی شب میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کیا۔

یہ تو ہوا ان کا سوانحی خاکہ۔ جہاں تک ان کے علمی مقام کا تعلق ہے تو اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اس وقت اردو کے سب سے بڑے محقق تھے۔ زبان کے مسائل، قواعد، ادبی تحقیق اور تدوین متن ان کے خاص موضوعات ہیں۔ متنی تدوین تو ان پر ختم ہے۔ باغ وبہار اور فسانہ عجائب کو انھوں نے جس انداز سے مرتب کیا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ان کا ایک بڑا کارنامہ اردو املا کی معیار بندی ہے، ان کی کتاب ''اردو املا'' اس موضوع پر شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہے، ان کی بعض تجویزوں سے اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن بہت سی جگہوں پر انھوں نے جس دقتِ نظر اور فنی مہارت سے املا کے قواعد بیان کیے ہیں، اس سے انکار ممکن نہیں۔

اردو میں عربی فارسی الفاظ کا تلفظ، ان کی بناوٹ اور لکھاوٹ اور ان میں واقع ہونے والی تبدیلیوں سے واقفیت بھی ایک اہم مسئلہ ہے، صحتِ زبان کے لیے اس کے بغیر چارہ نہیں، ان کے نہ جاننے سے لوگ مضحکہ خیز غلطیاں کرتے ہیں، اپنی



عربی دانی کے زعم میں بہت سے لوگ اردو کو عربی پر قیاس کرکے فلسفۂ زبان سے ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں اور اردو پر ظلم کرتے ہیں، علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی نقوش سلیمانی میں اس طرح کے بعض مسائل پر توجہ دلائی ہے، جس کو رشید حسن خاں صاحب نے بہت سراہا ہے۔ اس موضوع پر زبان اور قواعد کے نام سے رشید حسن خاں صاحب کی ایک نہایت عالمانہ مفصل کتاب ہے۔

اصولِ تحقیق کے سلسلے میں ان کی کتاب ''ادبی تحقیق-مسائل اور تجزیہ'' اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب تحقیق کے نظری وعملی دونوں پہلوؤں کی جامع ہے۔

ان کے مضامین کے دو مجموعے بھی شائع ہوچکے ہیں: ''تلاش وتعبیر'' اور ''تفہیم'' ان سے جہاں ان کی تنقیدی بصیرت معلوم ہوتی ہے، وہیں ان کے تحقیقی نظریات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ وہ ایک محقق اور محقق گر ہی نہیں، بلکہ موثر ترین نقاد بھی ہیں، ان کے قلم میں بلا کی کاٹ ہے، چبھتے ہوئے طنزیہ فقرے ان کی تحریر کو بہت دل چسپ بنادیتے ہیں، جگہ جگہ تحریر کا بانکپن ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے تنقیدی مضامین کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی تنقیدوں کو محض تحقیقی اغلاط کی مشینی نشان دہی تک محدود رکھتے ہیں اور نہ صرف تکنیکی طور پر غلطیوں اور فروگزاشتوں سے پردہ اٹھانے پر اکتفا کرتے ہیں، بلکہ تحقیق کے بنیادی اصولوں سے بھی بحث کرتے جاتے ہیں، اس لیے ان کتابوں سے تنقیدی ذہن ہی کو جلا نہیں ملتی بلکہ تحقیقی ذوق بھی پروان چڑھتا ہے۔ وہ نصابی کتابوں کی ترتیب میں املا، رموز اوقاف اور علامات پر بہت زور دیتے ہیں کہ ساری غلطیوں کی بنیاد یہیں سے پڑتی ہے (اس سلسلے میں ان کا مضمون: تلاش وتعبیر دیکھیے ص: ۲۹۶-۳۰۴)

رشید حسن خاں تحقیقی اصول کو بہت سختی کے ساتھ برتتے ہیں، وہ تحقیقی میدان میں کسی لچک اور رُورعایت کے روادار نہیں، وہ خود بھی دوٹوک کہنے کے عادی ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں۔

میں صاف، سادہ، واضح اور دوٹوک انداز میں بات کہنا چاہتا ہوں اور اس سے مجھے مطلق دلچسپی نہیں کہ لوگ اسے مثبت سمجھیں گے یا منفی۔ ایسی فضول اصطلاحوں سے میں بہت دور رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے سچ کی تلاش ہے۔ مجھے شخص سے دل چسپی نہیں، اس نے جو کچھ کہا یا لکھا ہے، اس سے دل چسپی ہے۔ جھوٹ کوئی بھی بولے وہ جھوٹ ہے۔ میں صلح سمجھوتے کا قائل نہیں (دیکھیے کتاب نما کا خصوصی شمارہ رشید حسن خاں–حیات اور ادبی خدمات ص: ۱۴)

یہی وجہ ہے کہ ان کے تبصرے بے لاگ اور ان کی تنقیدیں ناقابل تردید ہوتی ہیں۔ بڑے سے بڑا شخص بھی ان کی گرفت سے نہیں بچا، انھوں نے اچھے اچھوں کو نہیں بخشا۔ اول اول مشہور ترقی پسند شاعر فیض احمد فیض ان کے تیر کا نشانہ بنے، انھوں نے بڑی جرأت کے ساتھ فیض کی شاعری میں زبان وبیان کی کمزوریوں پر گرفت کی اور اس کے معائب کی نشاندہی کی۔ اہل علم اس سے حیرت میں پڑگئے۔ یہی ان کی شہرت کا نقطۂ آغاز ہے۔ مالک رام اور ڈاکٹر جمیل جالبی جیسے عظیم اسکالر بھی ان کی گرفت سے نہیں بچ سکے۔

جب علی گڑھ تاریخ ادب اردو بہت دھوم دھڑکے کے ساتھ شائع ہوئی، جس کی تیاری کا غلغلہ مدت سے بلند تھا، اس کے ایڈیٹر مشہور ناقد آل احمد سرور تھے جن کا ادبی حلقے میں بڑا مقام تھا، لیکن اس چیز نے رشید حسن خاں صاحب کو حق گوئی سے باز نہیں رکھا، اسی جرأت کے ساتھ انھوں نے اس پر تبصرہ کیا، جس کی وجہ سے رجسٹرار یونی ورسٹی کی طرف سے اس کی فروخت بند کردینی پڑی۔ (پورا تبصرہ ملاحظہ ہو، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ ص ۲۵۳-۲۸۳)

بقول ڈاکٹر حنیف نقوی: علی گڑھ تاریخ ادب اردو خاں صاحب کی وہ معرکہ آرا تحریر ہے جس کی اشاعت علمی حلقوں میں ان کے تبحر علم، وسعت نظر اور جرأتِ گفتار کی دھاک اس طرح قائم ہوئی کہ تن آسان مصنفوں اور سہل پسند محققوں کے لیے ان کا نام ضرب کلیمی کی علامت بن گیا (کتاب نما خصوصی شمارہ بحولۂ بالا ص: ۷۶)

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پاکستان کے سرکاری ادارہ ترقی اردو بورڈ کراچی نے منصوبہ بنایا کہ اردو کا ایک مکمل مفصل لغت مرتب کرے، سالہا سال کی تیاری کے بعد اس کی پہلی جلد شائع ہوئی (جس کے لیے بہت بڑا اسٹاف برسرکار تھا) تو رشید حسن خاں صاحب نے اس کا بھرپور محاسبہ کیا اور مفصل تبصرہ کرکے اس کی بخیہ ادھیڑ کر رکھ دی، نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ایڈیٹر ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کو اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا۔
(تبصرہ کے لیے دیکھیے تفہیم ص: ۱۷۵-۲۰۸)

اردو کے صف اول کے لکھنے والوں نے رشید حسن خاں صاحب کی ناقدانہ نظر کی بڑی قدر کی اور ان کے تحقیقی مقام کا کھلے دل سے اعتراف کیا، جب علی گڑھ تاریخِ ادبِ اردو پر ان کا تبصرہ شائع ہوا تو مولانا عبدالماجد دریابادی نے بڑی داد دی۔

اردو کے ممتاز محقق، ادیب وشاعر اور لغت نویس شان الحق حقی (وفات: ۱۱ر اکتوبر ۲۰۰۵ء) نے انھیں مؤدب الادباء اور اردو میں اصول تدوین کا مجدد قرار دیا ہے۔ نیز لکھتے ہیں: اس دور میں اردو

کے محسن کی حیثیت سے ان کا مقام بہت بڑا ہے (کتاب نما خصوصی شمارہ محولہ بالا ص: ۶۳)

اردو کے مشہور محقق اور مصنف ڈاکٹر گیان چند جین (مصنفِ تحقیق کا فن وغیرہ) نے ان کی کتابوں: ''اردو املا'' اور ''زبان اور قواعد'' پر اس طرح داد دی ہے: ان کتابوں میں انھوں نے زبان کے مسائل پر جس علم و فضل اور قدیم کتب میں جس گہری نظر کا ثبوت دیا ہے، وہ ہمارے زمانے میں تقریباً نایاب ہے (محولہ بالا ص: ۶۵)

فسانۂ عجائب اور باغ و بہار کی تدوین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: رشید حسن خاں نے فسانۂ عجائب اور باغ و بہار کو اس انداز سے مدون کیا ہے کہ یہ ایسے مکمل و مثالی کام ہیں جن کی نظیر نہ ماضی میں ملتی ہے، نہ عرصے تک مستقبل میں ملنے کی امید ہے۔ یہ کتابیں تدوین کا ایسا بیش بہا خزینہ ہیں جن میں لامتناہی دولت چھپی ہوئی ہے...... اگر تدوین کوئی ملت ہوتی تو یہ کتابیں اس کی دو مقدس صحیفے قرار پاتے اور ان کا مدون ان کا نبی، لیکن میں انھیں پیغمبرِ تدوین کہنے پر قانع نہیں، انھیں خدائے تدوین کہوں گا، گو اس پر کتنے زعماء چیں بہ جبیں ہوں۔ (ایضاً ص ۷۳-۷۴)

پروفیسر شارب ردولوی کہتے ہیں: ہمارے عہد کے کئی اہم ناقدوں نے اردو تحقیق کی گراں بہا خدمت انجام دی ہے لیکن جدید تحقیق میں رشید حسن خاں کی امتیازی اہمیت یہ ہے کہ انھوں نے صرف عملی تحقیق نہیں کی، بلکہ اردو تحقیق، تدوینِ متن، لغت نویسی اور املا کے اصول متعین کرنے کا بھی کام کیا، اور خود اپنے کاموں سے تحقیق اور تدوین کا اعلا معیار بھی قائم کیا (کتاب کا خصوصی شمارہ محولہ بالا ص: ۱۲۳)......

☆☆☆☆☆

(بقیہ ص: ۲۵)

☆ سیرت رسول کے مختلف پہلوؤں پر تحریروں اور بیانات کا اہتمام۔

☆ نصاب تعلیم میں فن سیرت کی اہم اور معلوماتی کتابوں کی شمولیت۔

☆ اسلام کے ارتقائی مراحل کو جغرافیکل انداز میں پیش کرنے کے لئے علمی نمائشوں کا انعقاد۔

☆ سیرت نبوی کے تشنہ پہلوؤں پر انسائیکلو پیڈیائی انداز میں تحقیقی مقالات لکھوانے کی طرف توجہ۔

## ائمہ مساجد اور داعیان اسلام کے لئے چند اصول

☆ دعوت نبوی کی خصوصیات کی وضاحت، کیونکہ حضور اکرم علیہ السلام کی دعوت کی بنیاد لوگوں کو اللہ کی طرف لانے پر تھی۔

☆ سیرت رسول کے متعلق کئے گئے اشکالات کا رد اور ان کے مثبت جوابات۔

☆ عوام کے سامنے شان رسالت میں گستاخی کرنے والے افراد کے تعلق سے علماء امت کے فتوؤں کا بار بار تذکرہ۔

☆ منافقوں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ آپؐ کے معاملاتی انداز سے واقفیت۔

☆ سیرت کی روشنی میں پڑوسیوں اور اہل خانہ کے حقوق کی تشریح و توضیح۔

☆ پرنٹ اور الیکٹرانک ذرائع کے استعمال میں افراط و تفریط سے بچنے پر زور۔

## صحافیوں کے لئے چند نکات

☆ مختلف پروگراموں میں رسول پاک کی سیرت اور ان کی امت کی خصوصیات کی وضاحت۔

☆ ہر ایسے موضوع سے کلی گریز جس میں گستاخی کا شائبہ ہو۔

☆ مغربی اور یہودی میڈیا کے قابل اعتراض مواد کی پرزور تردید۔

☆ انصاف پسند غیر مسلموں کے سیرت کے موضوع پر مشتمل مثبت انٹرویز کی براڈ کاسٹنگ۔

☆ روزناموں اور نشر کئے جانے والے پروگراموں میں گوشۂ اسلامیات کی تخصیص۔

## دعوتی اداروں اور جمعیات کے لئے چند ھدایات

☆ سیرت رسول سے متعلق کتابچوں، پمفلٹ اور کیسٹوں نیز سی ڈیز کی تقسیم کا اہتمام۔

☆ مختلف زبانوں میں سیرت سے متعلق مختصر و مفصل کتابوں کی اشاعت۔

☆ علاقائی، صوبائی، ملکی اور بین الاقوامی سیمیناروں کے ذریعہ خصائص نبوی کی وضاحت۔

☆ سیرت رسول پر پرچوں کے خاص نمبر نکالنے یا سیرت بلیٹن شائع کرنے کی طرف توجہ۔

## انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد کے لئے چند گذارشات

☆ سیرت رسول کے نام سے مختلف ویب سائٹس کھولنے کا اہتمام۔

☆ غیر مسلموں کے ساتھ سنجیدہ تجزیاتی گفتگوؤں میں شرکت اور دوران گفتگو سیرت رسول کے مطالعہ کی دعوت۔

☆ ای میل کے کسی بھی حصہ میں دعوتی آیت یا حدیثی ٹکڑے لکھنے کی طرف توجہ۔

☆ سیرت رسول کے ہر گوشے سے متعلق اہم کتابوں کے نام لکھنے کا خصوصی اہتمام۔

## اہل خیر حضرات کے لئے چند باتیں

☆ سیرت نبوی سے متعلق دینی اور ایمانی سرگرمیوں کا تعاون۔

☆ دینی بیانات اور احادیث نبویہ کے سنہرے ٹکڑوں کے اسٹیکروں اور بینروں کے بنوانے کی طرف توجہ۔

☆ اسلام اور داعی اول اسلام کے محاسن کو معروضی انداز میں مرتب کر کے ٹی وی چینلوں اور ریڈیو اسٹیشنوں کے ذریعہ عام کرنے کا اہتمام۔

سیرت نبوی اور اسلامی ذخائر سے متعلق میوزیم کا قیام۔

یہ ہیں رہنما اصول، ان کی روشنی میں اگر معاشرہ کے ہر طبقہ کے افراد احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے اپنے کام میں پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ لگ جائیں تو اس کے بڑے خوش کن نتائج برآمد ہوں گے۔

☆☆☆☆☆





# بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ سے متعلق

# شرعی احکام

از.........منور سلطان ندوی

موجودہ صدی کو ایجاد و اختراع کی صدی کہا جاتا ہے، ذرائع ابلاغ، مواصلات کی ترقی نے پوری دنیا کو ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے، فاصلے حیرت انگیز حد تک سمٹ چکے ہیں، اور جس کام کے لئے پہلے سالوں کی ضرورت تھی اسے گھنٹوں میں پورا ہونا اب روزمرہ کا معمول بن چکا ہے، خصوصاً ذرائع مواصلات کی تیز رفتاری کی وجہ سے تجارت و سرمایہ کاری میں ناقابل تصور حد تک وسعت آچکی ہے، پوری دنیا ایک عالمی تجارت گاہ (منڈی) کی شکل اختیار کر چکی ہے، اور گلوبل نظام کی وجہ سے اس سلسلہ کی رہی سہی کسر بھی پوری ہونے کو ہے، جس کی وجہ سے دنیا کے کسی کونے میں بیٹھ کر پوری دنیا سے رابطہ رکھ سکتے، اور ہر جگہ اپنی تجارت کو فروغ دے سکتے ہیں۔

سرمایہ کاری اور تجارتی معاملات میں ایک اہم مسئلہ سرمایہ کی حفاظت اور محفوظ طریقہ پر اس کی منتقلی کا ہوتا ہے، بینکنگ نظام کے قیام کے پیچھے ایک مقصد یہ بھی تھا، چنانچہ بینک کے نظام اور اس کی سہولیات سے اس مقصد کی بجا آوری اچھے طریقہ پر ہوتی ہے، موجودہ دور کی تیز رفتاری اور تجارت کے پھیلاؤ کے پیش نظر جدید مواصلاتی نظام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بینک نے بھی کچھ نئی سہولتیں فراہم کی ہیں، جن میں ایک بینک کا کارڈ سسٹم بھی ہے، جس کا چلن بڑی حد تک اب عام ہو چکا ہے، بینک سے جاری ہونے والے یہ کارڈ کئی طرح کے ہوتے ہیں ان میں تین کافی رائج ہیں۔

### (۱) اے۔ ٹی۔ ایم کارڈ (A.T.M Card):

اے.ٹی.ایم دراصل Automated Taller Machine کا مخفف ہے، یہ کارڈ بینک اپنے صارفین (کھاتہ دار) کے لئے اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ وہ اپنی مطلوبہ رقم جب چاہے اور جہاں چاہے اے.ٹی.ایم مشین سے نکال سکے، اس کارڈ کے ذریعہ کھاتہ دار (کارڈ ہولڈر) بینک سے اپنی جمع شدہ رقم سے ہی استفادہ کر سکتا ہے، کارڈ بنوانے کی کوئی فیس نہیں لی جاتی، اسی طرح اپنے اے.ٹی.ایم مشین سے رقم نکالنے کی صورت میں بھی کوئی فیس نہیں دینی پڑتی ہے، البتہ دوسرے بینکوں کے اے.ٹی.ایم نظام (باہمی معاہدہ کے تحت) سے رقم نکالنے پر کچھ روپے بطور فیس ہر بار ادا کرنے پڑتے ہیں، گذشتہ دنوں اے.ٹی.ایم نظام کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے سروس چارج کے نام پر سالانہ پچاس روپے بینک کو ادا کرنے کا اعلان ہوا ہے۔

اے.ٹی.ایم گرچہ موجودہ دور کی پیداوار ہے، مگر اس کی بنیاد قدیم فقہاء کے یہاں وثیقہ کی شکل میں ملتی ہے کہ اس وثیقہ کو دکھا کر تجار دوسرے شہر میں رقم حاصل کرتے تھے، گویا اے.ٹی.ایم نظام کو وثیقہ کی ترقی یافتہ شکل کہہ سکتے ہیں، فقہ اسلامی میں وثیقہ کے جواز کا ثبوت موجود ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کا مکہ کے تاجروں کے لئے وثیقہ دینا بھی ثابت ہے (المبسوط للسرخسیؒ ۱۲/ ۳۷)

اسی طرح اس نظام میں صارفین صرف اپنی رقم سے استفادہ کرتے ہیں، نہ وہ بینک سے اس کارڈ کی بناء پر ادھار لے سکتا ہے اور نہ ہی اس نظام کے ذریعہ رقم نکالنے پر کوئی فیس لازم آتی ہے، اس طرح اس کے استعمال میں کوئی مانع شرعی موجود نہیں ہے، لہذا موجودہ اے.ٹی.ایم نظام سے فائدہ اٹھانا، اس کا کارڈ بنوانا اور اس کے ذریعہ رقم نکالنا جائز ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

### ۲۔ ڈیبٹ کارڈ (Debit Card):

یہ کارڈ بھی بینک اپنے صارفین (کھاتہ دار) کے لئے جاری کرتا ہے، اس کارڈ سے اے.ٹی.ایم کی طرح رقم نکالنے کے علاوہ ان دوکانوں اور تجارتی مراکز سے سامان و خدمات کی ادائیگی بھی کر سکتے ہیں جن کے اور بینک کے درمیان معاہدہ ہوا ہو، نیز انٹرنیٹ کی مدد سے اپنی رقم دوسروں کے کھاتہ میں منتقل بھی کر سکتے ہیں، اس کے استعمال کے لئے بھی الگ سے کوئی معاوضہ نہیں دینا پڑتا ہے، نیز اس کارڈ کے ذریعہ صرف اپنی جمع شدہ رقم سے خرید و فروخت کر سکتے ہیں۔

مذکورہ کارڈ سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں وکالہ، کفالہ، حوالہ اور امانت کی شکل میں فقہ کی کتابوں میں متعدد نظیریں ملتی ہیں۔

وکالت یعنی کسی کام کے لئے اپنا نمائندہ بنانا جائز ہے، لہذا دین کی وصولی کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنا سکتے ہیں، ''بدائع الصنائع'' میں ملک العلماء کاسانیؒ لکھتے ہیں:

یجوز التوکیل بقبض الدین، لأن الموکل قد لایقدر علی الاستیفاء بنفسه، فیحتاج الی التفویض الی غیره، وتجوز الوکالة بقضاء الدین، لانه لا یملك القضاء بنفسه، وقد لایتهیاله القضاء

بنفسه فيحتاج الى التفويض الى غيره (بدائع الصنائع ٦/٢٣)

دین پر قبضہ کے لئے وکیل بنانا جائز ہے، کیونکہ موکل کبھی بذات خود دین وصول کرنے پر قادر نہیں ہوتا، اس لئے وہ دوسروں کے حوالہ کرنے کا ضرورت مند ہوتا ہے، اور دین کی ادائیگی کے لئے بھی وکیل بنانا درست ہے کیونکہ بسا اوقات وہ دین ادا کرنے پر بذات خود قادر نہیں ہوتا، اس لئے معاملہ کو دوسروں کے حوالہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

لہذا اگر ڈیبٹ کارڈ سے خرید وفروخت کو وکالت پر محمول کیا جائے تو ایسی صورت میں بینک کی حیثیت خریدار اور بیچنے والے دونوں کے وکیل کی ہوگی۔

اور اپنی رقم دوسروں کے کھاتہ میں منتقل کرنے کے جواز پر ''فتاویٰ خانیہ'' کی ایک عبارت سے رہنمائی ملتی ہے:

قال المؤكل: خذ هذا الالف يا فلان وادفعه الى فلان فايهما قضى جاز قياساً واستحساناً (فتاویٰ خانیہ برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ ۵/۳۶۹)

موکل نے کہا اے فلاں! یہ ہزار روپے لو اور فلاں شخص کو پہونچاؤ، تو اس (وکیل) نے جو بھی کام کیا وہ قیاس اور استحسان کے اعتبار سے بھی جائز ہے۔

اسی طرح ڈیبٹ کارڈ سے خرید وفروخت کی دوسری نظیر حوالہ کی ہے، ہدایہ میں ہے کہ حوالہ جائز ہے: وتصح الحوالة برضا المحيل والمحتال والمحتال عليه، (ہدایہ ۳/۱۱۳)

حوالہ (یعنی کسی کے ذمہ کرنا) صحیح ہے، محیل (ذمہ کرنے والا) محتال (جو چیز ذمہ کی جائے) اور محتال علیہ (جس کے ذمہ کیا جائے) کی رضا مندی سے درست ہے۔

اس صورت میں بینک کی حیثیت محتال علیہ کی ہوگی، اور حوالہ کی شرط کہ محیل ومحتال اور محتال علیہ راضی ہوں، پوری طرح پائی جارہی ہے، کیونکہ اس معاملہ پر نہ صرف سب راضی ہیں بلکہ اس کو پسند بھی کرتے ہیں۔

اکثر معاصر فقہاء نے ڈیبٹ کارڈ کو حوالہ یا وکالہ پر قیاس کیا ہے، ان فقہی نظائر کے علاوہ اس کارڈ میں بھی کارڈ ہولڈر اپنی جمع شدہ رقم میں ہی تصرف کرتا ہے، نیز کوئی شرعی موانع موجود نہیں ہیں، اس لئے اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کرنا اور رقم منتقل کرنا درست ہے، اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ڈیبٹ کارڈ کا استعمال جائز ہے۔

## ۳۔ کریڈٹ کارڈ (Credit Card):

ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ جو عمل انجام پاتا ہے وہی اس کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بھی ہوتا ہے، بس فرق اتنا ہے کہ ڈیبٹ کارڈ میں اپنی جمع شدہ رقم سے خرید وفروخت کرسکتے ہیں جب کہ کریڈٹ کارڈ میں اس رقم سے زائد کی بھی خرید وفروخت کرسکتے ہیں، بلکہ کھاتہ میں رقم نہ ہو تب بھی مزید ایک متعین رقم کی خرید وفروخت کرسکتے ہیں، اسے نقد رقم کی شکل میں نکال بھی سکتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بینک کھاتہ دار کی مالی حیثیت اور اس کی سالانہ آمدنی کو دیکھ کر اسی حیثیت کا کارڈ جاری کرتا ہے، اب خواہ اس کے کھاتہ میں رقم ہو یا نہ ہو، وہ اس مالی حیثیت کے مطابق جو بینک نے متعین کیا ہے، خرید وفروخت کرسکتا ہے، یا اسے رقم کی شکل میں نکال سکتا ہے، البتہ اس زیادتی کی حد متعین ہوتی ہے، نیز اس کارڈ میں زائد رقم جو استعمال کیا ہے، اس کی واپسی کا وقت متعین ہوتا ہے، اس مدت کے بعد جمع کرنے میں متعینہ شرح کے حساب سے سود دینا پڑتا ہے۔

اسی طرح بینک یہ کارڈ جاری کرکے ایک متعین مدت تک استعمال کرنے کے بعد اس کی تجدید کے لئے ایک متعین رقم فیس کے نام پر لیتا ہے، اس کے علاوہ اس کارڈ سے رقم نکالنے یا دوسرے کے کھاتہ میں رقم منتقل کرنے کی صورت میں بھی کچھ روپے کٹتے ہیں۔

اس کارڈ سے متعلق تین شرعی نقطۂ نظر سے کئی اہم سوالات سامنے آتے ہیں مثلاً:

الف: کریڈٹ کارڈ کے حصول اور اس کی تجدید کے لئے فیس دینا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کارڈ کا استعمال بینک سے ادھار رقم حاصل کرنے یا ادھار خرید وفروخت کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔

ب: اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم پر جو اضافی رقم ادا کرنا لازم ہے، وہ کیسا ہے؟

ج: اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کی صورت میں متعین مدت میں رقم واپس جمع نہ کرنے کی شکل میں جو زائد رقم ادا کرنی پڑتی ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ بنوانے اور اس کی تجدید کے لئے جو فیس لی جاتی ہے وہ اصلاً حق محنت اور اجرت ہے، لیکن چونکہ اس کارڈ کے ذریعہ سودی معاملہ انجام پاتا ہے اس لئے جب تک اس کی ضرورت نہ ہو، اس کے حاصل کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

دوسرے شق کا جواب یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ سے رقم نکالنے یا دوسروں کے کھاتہ میں منتقل کرنے کے لئے جو زائد رقم دینی پڑتی ہے وہ ظاہر ہے کہ سود ہے، مشہور حدیث ہے: ''كل قرض جر نفعاً فهو ربوا'' پھر اس صورت میں بینک قرض دینے والا اور کھاتہ دار قرض لینے والا ہے، جب کہ سودی قرض عام حالتوں میں لینا جائز نہیں ہے، صرف شرعی ضرورت یعنی مال، جان اور عزت وآبرو کو شدید نقصان پہونچنے کی صورت میں اس کی اجازت ہے؛ لہذا اس کارڈ کا استعمال بھی شدید ضرورت کے وقت ہی کرسکتے ہیں۔

اور تیسرا سوال کا جواب یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کرنے..... (بقیہ ص: ۲۴ پر)





# عالم اسلام کی خبریں

از: ......................محمد وثیق ندوی

## اسلام تمام مذاهب کا احترام کرتا هے

ہالینڈ کے ایک تحقیقی ادارہ نے تین سال کے مطالعہ اور تحقیق وجستجو کے بعد ایک جائزہ پیش کیا ہے، جائزہ میں مغربی میڈیا اور مغربی لیڈران کو واضح طور پر مشورہ دیا گیا ہے کہ اسلام کی غلط شبیہ پیش کرنے سے باز آجائیں، کیونکہ اسلام کسی بھی ملک اور مذہب کی تعلیمات اور اقدار وروایات سے متعارض نہیں ہے بلکہ سارے مذاہب وادیان کا احترام کرتا ہے۔

جائزہ میں ہالینڈ اور یورپ کو مشورہ دیا گیا کہ وہ معاندانہ رویہ ترک کرکے مسلمانوں کو آزادی کیساتھ اپنے دینی شعائر وتعلیمات پر عمل کرنے کی اجازت دیدیں، خصوصاً فلسطین کی حماس حکومت کیساتھ روابط قائم کیے جائیں اور اس کا تعاون کیا جائے، کیونکہ اس نے جمہوری طریقہ سے بھاری اکثریت سے الیکشن میں کامیابی حاصل کرکے حکومت بنائی ہے۔

جائزہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اسلام اصولی طور پر جمہوریت، انسانی حقوق اور ہالینڈی اقدار وروایات سے متعارض نہیں ہے، نیز اسلام کو بدنام کرنے کی کوششوں کو روکنے کی تاکید ہے۔

## امریکی مسلمانوں سے F.B.I. کی ملاقات

عربی میگزین ''المجتمع'' شمارہ نمبر ۱۶۹۸ کے مطابق امریکہ کی F.B.I. ایجنسی نے امریکہ میں مقیم مسلم کمیونٹی کیساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کی غرض سے ایک نشست کا انتظام کیا۔

F.B.I. کے آفس سکریٹری پال موسکال نے ملاقات کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس ملاقات کا مقصد مسلمانوں کے متعلق بدگمانی اور غلط فہمی کو دور کرنا اور مختلف امور میں تعاون کے امکانات وطریقوں پر غور کرنا ہے۔

امریکہ کی مسلم تنظیم ''کیر'' کے ترجمان ابراہیم ھوبر نے کہا کہ F.B.I. کے لئے ہمارے دروازے ہروقت کھلے ہیں، ہماری یہ کوشش ہے کہ امریکہ کے سرکاری وانتظامی ادارے مسلم کمیونٹی سے صحیح طور پر واقف ہوں تاکہ کسی طرح کی بدگمانی پیدا نہ ہو، اور مسلم کمیونٹی بھی ملک کے قوانین وضوابط سے واقف ہوجائے۔

## برطانیه کی بحری فوج میں پهلے مسلم اڈمیرل کا تقرر

برطانیہ کی حکومت نے اڈمیرل کے منصب پر پہلی مرتبہ کسی مسلم کا تقرر کیا ہے، برطانیہ کے اخبار The Sun نے لکھا ہے کہ امجد حسین جو پاکستانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں پہلے مسلم فوجی جنرل ہیں جو برطانیہ کی بحری فوج میں اڈمیرل کے منصب پر فائز ہوئے ہیں حالانکہ مسلح افواج میں دو لاکھ مرد وعورت بھرتی ہیں۔ امجد حسین نے اپنی تقرری پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔

## کیا امریکه سوویت یونین کے راسته پر چل رها؟

آج امریکہ کی وہی صورت حال ہے جو زوال سے پہلے سوویت یونین کی تھی کہ سوویت یونین اپنی جارحانہ پالیسی اور اپنی قوم کی مرضی کے خلاف افغانستان پر یلغار کرکے ٹوٹ گیا تھا، آج امریکہ بھی اپنی قوم کی مرضی کے خلاف کررہا ہے، امریکی قوم اب مزید جانی نقصانات برداشت نہیں کرسکتی، عراقی جنگ کے خلاف ہونے والے مظاہروں سے یہی ظاہر ہوتا ہے، امریکی قوم بش اینڈ کمپنی کے خلاف سڑکوں پر اتر آئی ہے اور حکومت سے دوسروں کے معاملات میں مداخلت سے باز آجانے کا مطالبہ کررہی، دوسری طرف امریکی فوج کے چوٹی کے پانچ بڑے فوجی کمانڈروں نے امریکہ کی عراق میں مداخلت پر سخت تنقید کی ہے، یاد رہے کہ یہ پانچوں کمانڈر عراق میں کام کرچکے ہیں، اس کا بھی اعتراف کیا ہے کہ ۲۰۰۳ء میں عراق پر جنگ کرنے کے لئے بش کو آمادہ کرنے میں ان لوگوں نے غلطی کی تھی۔

ولیم باکلی نے برطانوی اخبار ''انڈیپنڈنٹ'' کے ۹ مارچ کے شمارہ میں لکھا ہے کہ امریکہ عراقی جنگ میں بالکل ناکام ہوچکا ہے، انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ شکست اور ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے اب عراق سے واپس آجانا چاہئے۔

فرانسیس فوکویاما نے جو ''تہذیبوں کے تصادم'' کے نظریہ سازوں میں اور صدام حسین کو ہٹانے کے پرزور داعی تھے اس بات کی صراحت کی ہے کہ عراق میں امریکہ کا وہی حشر ہوگا جو افغانستان میں سوویت یونین کا ہوا تھا۔

بش انتظامیہ میں دماغ سمجھے جانے والے اور امریکی پالیسی کی پلاننگ کرنے والے ریچرڈ پیرل نے کہا ہے کہ عراق پر امریکہ کا فوجی حملہ صرف چند لوگوں کی مرضی سے کیا گیا، اسی وجہ سے امریکہ جنگ میں مکمل طور پر ناکام ہوچکا ہے، لیکن اگر حملہ کرنے سے پہلے صورت حال کا صحیح جائزہ لیا گیا ہوتا تو آج امریکہ عراقی دلدل میں نہ پھنستا۔

جارج ویل نے واشنگٹن پوسٹ میں لکھا ہے کہ امریکہ عراق میں امن وامان بحال کرنے میں پوری طرح ناکام ہے۔

امریکن وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے برطانیہ کے اپنے حالیہ دورے کے دوران اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ہم نے عراق میں ہزاروں تکنیکی

غلطیاں کی ہیں، خود مسٹر بش نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ امریکی فوج کو عراق میں بڑی دشواریوں اور مشکلات کا سامنا ہے۔

امریکی سینیٹ میں کونڈو لیزا رائس کا بائیکاٹ کرتے ہوئے ایک سینیٹر نے مسز رائس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تمہارے ہاتھ بے گناہوں کے خون میں ملوث ہیں، تم بھی اس عار کو مٹا نہیں سکتی، عراق پر حملہ ناجائز اور غیر اخلاقی حملہ ہے"۔

اسٹریٹیجک ریسرچ ادارہ کے ایک بڑے ماہر فوجی انتونی ٹورڈ سمان نے کہا ہے کہ عراق کی جنگ کی صورت حال نے ثابت کر دیا ہے کہ امریکہ عراق میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے، اب اسے واپس آجانا چاہئے ورنہ انجام برا ہوگا۔

ریٹائرڈ فوجی جنرل پال اتھیون نے جو عراق میں دو سال گذار چکے ہیں امریکی وزیر دفاع ڈونالڈ رمسفیلڈ اور نائب صدر ڈک چینی سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا ہے لیکن امریکی انتظامیہ ان دونوں کو بچانے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔

امریکہ میں عراقی جنگ کے خلاف ہونے والے مظاہروں، اور چوٹی کے فوجی کمانڈوں کے بیانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اب عراق میں پھنس چکا ہے اور یہ نتیجہ ہے اسرائیلی وصیہونی لابی کے منصوبہ پر عمل کرنے کا، کیونکہ امریکہ کی خارجہ پالیسی پر صیہونی لابی کا کنٹرول اور غلبہ ہے۔ ابھی حال ہی میں امریکہ کے دو بڑے مدبر اور سیاسی ماہر جان میر شامیر جوشکاگو یونیورسٹی میں علوم سیاست کے استاذ ہیں اور اسٹیفن والٹ جو ہاورڈ کی جان کینیڈی یونیورسٹی میں بین الاقوامی تعلقات کے استاذ ہیں دونوں نے ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی ہے جس میں دلائل ودستاویزات سے یہ ثابت کیا ہے کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی پر صیہونی لابی کا قبضہ ہے۔

امریکی قوم بالخصوص امریکہ کے دانشور حلقہ اور زندہ ضمیر رکھنے والے مفکرین ومدبرین کے اندر بش انتظامیہ کے خلاف بغاوت کے آثار معلوم ہوتے ہیں اور یہ کوئی بعید نہیں، کیونکہ ظلم کا انجام برا ہوتا ہے، سوویت یونین کی مثال سامنے ہے امریکہ کو اس سے سبق لینا چاہئے۔ سوویت یونین کے سابق صدر گورباچوف نے امریکہ کے ٹائم اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ مسٹر بش امریکہ کو تاریک خندق کی طرح لے جا رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ ص: ۱۰)

محبت کی ادائیں نرالی ہوتی ہیں، آنکھوں میں محبوب کا جلوہ اور دل میں اسی کا خیال، نہ جان اس کی ہوتی ہے نہ سوچ، نہ مال اس کا ہوتا ہے نہ دھن، گلشن عشق کے پھول گلستان کی آبرو ہوتے ہیں اور قوس وقزح سے زیادہ حسیں، اس میں داخل ہونے والے آزاد ہوتے ہیں کیونکہ محبت وعشق کا قلاوہ اپنی گردن پر ڈال کر ہر چیز سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

معاویہ بن قرہ دربار رسالت میں حاضر ہوتے ہیں، دل بیتاب ہے، آنکھیں بے قرار، جلوہ حسن وجمال سامنے آتا ہے، نظر گریباں پر پڑتی ہے، جو بٹن کی بندشوں سے آزاد تھا، یہ ادا دونوں باپ بیٹے کے دل میں ایسی سمائی کی پوری زندگی دونوں نے اپنے گریباں کے بٹن نہیں لگائے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے لوکی کے ٹکڑے بڑے ذوق وشوق سے آقا کو کھاتے دیکھا پسند بدل گئی، لوکی ایسی مرغوب ہوگئی کہ اسی کو کھانا پسند کرتے تھے کہ ان کی چیزوں سے محبوب کی ادائیں اور اس کی دلنوازی جھلکتی تھی۔

پسند ان کی پسند اپنی، نظر ان کی نظر اپنی
پسند اپنی، نظر اپنی نہیں ہوتی محبت میں

محبان باصفا، عاشقان پاکباز اور جان نثاران بارگاہ قدس کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے لئے بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں، یہ چند واقعات اس لئے بیان کر دیئے گئے کہ عشق کے دعویدار اور محبت کے طلب گار اس سے فائدہ اٹھاسکیں، اور جو اس نعمت سے محروم ہیں وہ بھی اپنے دل کو دل بناسکیں۔

محبت کو سمجھنا ہے تو اے زاہد محبت کر
کنارے سے کبھی انداز طوفاں ہو نہیں سکتا

☆☆☆☆☆

(بقیہ ص: ۲۲)

میں اگر متعین مدت میں زائد رقم کی واپسی نہیں ہوئی تو یومیہ شرح کے اعتبار سے جو اضافی رقم لازم ہے وہ بھی سود ہی ہے، جس کا ادا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اب رہی بات متعین مدت کے اندر رقم جمع کرنے کی، تو چونکہ معاملہ (پالیسی) میں متعین دن کے بعد جمع کرنے میں زائد رقم کا ادا کرنا طے ہے جو شرط فاسد ہے، اس لئے اس شرط کی بناء پر متعین دن کے اندر بھی رقم جمع کرنے کی صورت میں بھی یہ معاملہ فاسد ہونا چاہئے۔

بینک سے جاری ہونے والے ان کارڈ سے متعلق مسائل پر مختلف فقہی اکیڈمیوں کی طرف سے اجتماعی غور وفکر کا عمل ہو چکا ہے، ابھی حال ہی میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا پندرہواں سیمینار میسور میں منعقد ہوا تھا، اس سیمینار کے موضوعات میں ایک موضوع یہ بھی تھا، اس سیمینار میں مذکورہ مسئلہ پر اجتماعی غور وفکر کے بعد جو تجویز منظور کی گئی ہے وہ اس طرح ہے:

۱۔ چونکہ معاملات میں اصل اباحت ہے اس لئے اے. ٹی. ایم کارڈ جس کے ذریعہ مشین سے اپنی جمع کردہ رقم نکالی جاتی ہے، کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

۲۔ ڈیبٹ کارڈ کا استعمال، اس کے ذریعہ خرید وفروخت اور ایک کھاتہ سے دوسرے کھاتہ میں رقم کی منتقلی درست اور جائز ہے۔

۳۔ اے. ٹی. ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کے حصول اور استعمال کے لئے جو رقم ادا کی جاتی ہے وہ کارڈ کا معاوضہ اور سروس چارج ہے، اس لئے اس کا ادا کرنا جائز ہے۔

۴۔ کریڈٹ کارڈ کی مروجہ صورت چونکہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆



لائحہ عمل

# سیرت رسول ﷺ کو حرز جاں بنانے کے رہنما خطوط

تلخیص ........ محمد فرمان نیپالی ندوی

اعتدال، توازن اور عمل امت مسلمہ کا خاص امتیاز ہے، ڈنمارک کی سانحہ کے رد عمل میں دنیا کے ہر گوشہ میں مسلمانوں نے جن جذبات کا اظہار کیا وہ لائق صد ستائش ہیں، لیکن محض جذبات کا اظہار کر دینا اور عمل سے پہلو تہی صحیح نتائج کو بروئے کار لانے میں رکاوٹ بن جاتا ہے، اب وقت عمل اور کام کا ہے۔ اسی کے پیش نظر لندن سے شائع ہونے والا وقیع رسالہ "رسالۃ الاخوان" نے صد نکاتی جامع فارمولہ پیش کیا ہے، ادارہ اس امید پر اسی کی تلخیص برصغیر ہندوپاک کے مسلمانوں کے سامنے پیش کرتا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا اور اسلام وشارع اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف سازشوں کا عملی جواب پیش کرنے کی تیاری کی جائے گی، خدا توفیق سے نوازے۔

کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو تین امور پر مشتمل ہے:

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد کی تصدیق۔

(۲) باپ، اولاد اور نفس، بلکہ مال ودولت کی محبت سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی محبت۔

(۳) محمد رسول اللہ کی مکمل اطاعت اور ان کے حکم پر اظہار مسرت۔

اس اجمال کی تفصیل نکات کے تناظر میں نذر قارئین ہے۔

## انفرادی سطح کے امور

☆ معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا گہرا مطالعہ جس سے یہ حقیقت دلوں میں راسخ ہو جائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔

☆ رسول پاک علیہ السلام کی اطاعت، ان کے فرمودات اور ارشادات پر عمل اور ان کے نقش قدم کی پیروی کے تعلق سے قرآن وحدیث اور اجماع امت کے دلائل سے واقفیت۔

☆ صحابہ وتابعین، محدثین ومجددین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا سنت رسول کی حفاظت کا یقین واذعان۔

☆ دلوں میں شمائل نبوی اور حسن صورت وسیرت کے استحضار کے ساتھ آپ کی محبت وعقیدت کا احساس۔

☆ بنی نوع انسانی پر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے واسطے سے الٰہی انعامات وبرکات کے نزول کا شعور۔

☆ خدا کے فضل وکرم کے بعد رسول پاک علیہ السلام کی طرف ہر دینی ودنیوی خیر کا انتساب۔

☆ امت پر آپ کے مشفقانہ اور کریمانہ برتاؤ کا استحضار، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نبی اپنی جانوں سے زیادہ ایمان والوں پر توجہ دینے والے ہیں۔

☆ ان آیات واحادیث اور نصوص شرعیہ سے واقفیت جو اللہ کے یہاں آپ کی رفعت شان، علو منزلت اور غایت درجہ اعزاز واکرام پر دلالت کرتے ہیں۔

☆ اوامر الٰہی میں رسول پاک کی محبت اور ان کے ساتھ ادب واحترام کا التزام اور جان ومال پر ان کی محبت کو مقدم رکھنے کا اہتمام۔

☆ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کے خلاف سازشوں اور فتنوں کی مدافعت میں سچی نیت نہ کہ سیاسی اور مادی غرض۔

☆ ذکر رسول علیہ السلام کے وقت کثرت سے درود وسلام بھیجنے کا اہتمام، خاص طور سے اذان کے بعد اور جمعہ کے دن۔

☆ صحیح اور مستند سیرت کا مطالعہ، غزوات وواقعات سے دوررس نتائج نکال کر عملی زندگی میں تطبیق دینے کی سعی وکوشش۔

☆ مستحبات ونوافل میں عمل نبوی کو پیش نظر رکھنے کی طرف خصوصی توجہ۔

☆ کسی بھی سنت کے ساتھ تفریحی انداز کا رویہ رکھنے سے گریز۔

☆ طبقہ عوام وخواص میں سنت کے فروغ اور ان کے اس پر عامل ہونے سے طبعی خوشی۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تنقید کرنے والے یا ان کی سنت کو بازیچۂ اطفال بنانے والے افراد سے شدید بغض وعداوت۔

☆ اہل بیت سے قلبی تعلق اور ان کے توسط سے قربت الٰہی کا حصول۔

☆ صحابہ کرام کی محبت، ان کی عظمت وتوقیر اور تمام اولیاء ومشائخ، مجددین ومصلحین پر ان کی افضلیت کا یقین۔

☆ علمائے دین سے اس احساس کے ساتھ محبت وعقیدت کہ وہ انبیاء کے وارث اور ان کی امانت کے امین ہیں۔

## خاندان اور معاشرہ کے لئے چند خطوط

جملہ حالات میں رسول پاک علیہ السلام کی اتباع کے لئے بچوں کی ذہن سازی۔

بچوں کو مسنون دعائیں یاد کرانے اور سیرت رسول پڑھانے کا اہتمام۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل خانہ کے ساتھ رہن سہن اس قسم کے موضوعات کا گھروں میں کثرت سے تذکرہ۔

رسول اللہ کے شب وروز کے معمولات کے عنوان سے مسلم گھرانوں میں سیرت سے واقفیت کے لئے ہفتہ واری نشستوں کا اہتمام۔

## مدارس اور دینی اداروں کے لئے چند نقوش

☆ طلبہ اور طالبات کے اندر محبت رسول کی تخم ریزی۔

(بقیہ ص: ۳۰ پر)

تجزیہ

# مشرقِ وسطیٰ ایک نئے موڑ پر

حماس کی نومنتخب کابینہ کو منظوری ☆ اسرائیلی انتخاب کے نتائج ☆ مغربی کنارہ سے انخلا کے منصوبے کا جائزہ

از:.................سلمان نسیم ندوی

ان دنوں فلسطین اور اسرائیل دونوں اقتدار کی تبدیلی کے مرحلے سے گذر رہے ہیں، مشرق وسطی میں بحالئی امن سے متعلق اندازے قائم کئے جارہے ہیں، مشوروں اور تجاویز کا بازار گرم ہے، جس روز فلسطینی پارلیمنٹ نے حماس کی نومنتخب کابینہ کے اراکین کی منظوری دی اسی روز اسرائیل میں انتخابی نتائج کا اعلان ہوا، پچھلے چند ماہ سے اسرائیلی سیاست میں تلاطم جاری تھا جو اب ٹھہراؤ میں بدل رہا ہے، موجودہ اسرائیلی انتخابات کے نتائج کافی اہمیت کے حامل ہیں، اس سے اسرائیلی عوام کے سیاسی خیالات، ترجیحات، جذبات اوران کے فکری سفر یا زقند کو سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے، اسرائیل کا یہ سترہواں انتخاب انقلابی قرار دیا جا سکتا ہے، جن پارٹیوں نے انتخاب میں حصہ لیا ان میں سب سے پرانی اور اہم "لیکوڈ" تھی جو سابق وزیر اعظم ایریل شیرون کی سابق پارٹی تھی، اس کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور قدیمہ پارٹی جو ایریل شیرون کی نئی پارٹی تھی اور پہلی مرتبہ الیکشن لڑ رہی تھی اس نے ۲۸ رسب سے زیادہ نشستیں حاصل کی، گرچہ یہ تعداد حکومت سازی کے لئے بالکل ناکافی ہے، لیکن دیگر پارٹیوں کو حاصل سیٹوں میں اکثریت کی حامل ہے۔

قدیم پارٹی جس نے سب سے زیادہ سیٹیں حاصل کی ہیں اس کا انتخابی ایشو "مغربی کنارہ سے انخلاء" تھا اسی ایشو پر اس پارٹی نے عوام سے ووٹ حاصل کیا ہے، مقبوضہ مغربی کنارہ سے انخلاء کے منصوبہ کو "ایہود اولمرٹ منصوبہ" کا نام دیا گیا ہے، قدیمہ پارٹی کے سربراہ اور قائم مقام وزیر اعظم ایہود اولمرٹ شروع سے انخلاء کے داعی اور حامی رہے ہیں، منصوبہ کے نکات کے تجزیہ سے پہلے مناسب ہے کہ منصوبہ کے مرکز 'مغربی کنارہ' پر ایک نگاہ ڈال لی جائے۔

مقبوضہ "مغربی کنارہ" وہ حصہ کہلاتا ہے جو نہر اردن کے مغرب میں واقع ہے، ۱۹۶۷ء تک یہ خطہ اردن کے قبضہ میں تھا، اس خطہ کا رقبہ تقریبا 5655 کیلو میٹر ہے، مشرق میں 'نہر اردن' اور 'بحیرہ مردار' واقع ہے جبکہ شمال میں 'مرج ابن عامر' کی وادی ہے، جنوب میں صحرائے 'نقب' اور مغرب میں وہ علاقہ ہے جن پر ۱۹۴۸ء میں قبضہ کیا گیا تھا۔

اس خطہ کی آبادی 187346 ہے، ان میں 687.542 پناہ گزیں ہیں جن میں اکثر لوگ خیموں میں زندگی بسر کرتے ہیں، اس خطہ کی سب سے بڑی دولت پانی ہے اس کا وہ حصہ جو بحیرۂ مردار سے ملتا ہے وہاں پر (700.100) ملی میٹر کے حساب سے بارش ہوتی ہے جبکہ مغربی حصہ میں (600.500) ملی میٹر اور مشرق میں (450.100) میلی میٹر بارش ہوتی ہے، زمین کے اندرونی حصہ سے نکلنے والے پانی سے جو فائدہ اٹھایا جاتا ہے اس کا اندازہ تقریبا (690.590) ملین مکعب میٹر کا ہے۔ پانی کے اس بڑے ذخیرہ کے ۸۰٪ فیصدی حصہ سے اسرائیل بلا شرکت غیر فائدہ اٹھاتا ہے۔

اس خطہ کو صابون، گھریلو سامان، غذائی اجناس، کپڑے اور جوتوں کی صنعت میں کافی شہرت حاصل تھی لیکن اسرائیلی قبضہ نے سارا کاروبار تہس نہس کرکے رکھ دیا، فیکٹریاں منہدم کردی گئیں، جس کی وجہ سے اس علاقہ کو یومیہ 1.41 ڈالر کا خسارہ برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔

مغربی کنارہ کی وہ زمینیں جو کاشت کے لائق ہیں اس کا رقبہ 126000 دونم ہے، یہودی نوآبادیات کی کالونیاں تقریبا ۵۰٪ فیصد حصوں میں پھیلی ہوی ہیں، اور اس کو فوجی ممنوعہ علاقہ قرار دیا جاتا ہے جس میں بغیر اجازت نامہ کو فلسطینیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے، ان کالونیوں میں تقریبا ۴ر لاکھ افراد رہتے ہیں، اس خطہ میں ۷۱۴ر مقامات پر رکاوٹیں اور بندشیں کھڑی کی گئی ہے جس سے فلسطینیوں کو نقل و حرکت میں پریشانی ہوتی ہے، ۲۹/۹/۲۰۰۰ء سے لیکر ۲۸/۲/۲۰۰۵ء تک یہاں پر ۱۹۰۰ر فلسطینی شہید ہو چکے ہیں جبکہ اس مدت میں زخمیوں کی تعداد ۲۹۶۹۷ر رہی ہے، اس خطہ کو دیوار نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے جو 720 کیلو میٹر لمبی ہے اور 300 میٹر سے لیکر 23 کیلو میٹر تک اندر تک چلی گئی ہے، اس دیوار کی وجہ سے ابھی تک لاکھوں زیتون اور لیمون کے درخت کو کاٹا جا چکا ہے اور ہزاروں جانوروں کو چارہ پانی سے محروم کردیا گیا ہے۔

اس منصوبہ کے چند اہم اور بنیادی نکات یہ ہیں:

☆ مقبوضہ مغربی کنارہ کے ۵۰٪-۶۰٪ فیصدی حصہ سے انخلاء۔

☆ نوآبادیاتی کالونی کے گرد اور پوری سرحد پر دیوار کی باڑھ کی تکمیل۔

☆ جن علاقوں میں فلسطینیوں کی اکثریت ہے وہاں سے یہودیوں کی محفوظ نقل مکانی۔

☆ انخلاء سے متاثر یہودیوں کی باز آبادکاری کے لئے اردن کے نشیبی خطہ اور قدس کے آس پاس آٹھ نوآبادیاتی کالونی کا قیام۔

☆ فلسطینی خطہ کو فلسطینی حکومت کا نام دینے پر عدم اعتراض۔

☆ اسرائلی سلطنت کی یک طرفہ سرحد بندی۔

☆ اسرائیلی اور فلسطینی حکومتوں کے مابین جاری بحران کے خاتمہ کے لئے مذاکرات کے آغاز کے لئے (۵-۶) سال تک کا انتظار۔

ایہود اولمرٹ کے اس منصوبہ کو عوام اور خواص دونوں کی حمایت حاصل ہے، اکثر سیاسی پارٹیاں بھی اس منصوبہ کی تائید کرتی ہوی نظر آرہی ہیں، اولمرٹ کا اندازہ ہے کہ اس کا یہ منصوبہ ۲۰۰۸ء تک تکمیلی مراحل میں داخل ہو جائیگا، اس نے اس منصوبہ کی تفصیلات امریکی حکام کو روانہ کردی ہے، اس پر امریکا کی منظوری کا بھی اشارہ مل چکا ہے، اس منظرنامہ سے ذہن میں کئی سوال پیدا ہوتے ہیں اور ذہن وفکر کے دریچہ کو دستک دیتے ہیں، مثلا:

☆ کیا اسرائیل عظیم تر صیہونی ریاست کے دعوی سے دستبردار ہو چکا ہے؟

☆ کیا 'غزہ پٹی' سے انخلاء اور مغربی مقبوضہ کنارہ سے متوقع انخلاء صیہونیت کے توسیع پسندانہ عزائم کی شکست کی دلیل ہے؟

امریکا جو کج کلاہی پر حکومتوں کے تختے پلٹ دیا کرتا ہے وہ اس انخلاء پر کیونکر رضامند ہے؟

پہلے سوال کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہودی عظیم تر صیہونی ریاست کا خواب دیکھ رہے تھے، پورے مشرق وسطی حتی کہ حرمین شریفین کو بھی اپنے حدود میں شامل کرنے کا دعوی کر رہے تھے، آخرش ان کے اس توسیع پسندانہ عزائم وارادوں میں یہ مبارک تبدیلی کیسے آگئی کہ جس پارٹی نے یہودی تاریخ اور روایات کا بخیہ ادھیڑتے ہوئے ۱۹۶۷ء کی جنگ کے کئی مقبوضہ علاقے خالی کردئے تھے اور جس پارٹی نے الیکشن سے پہلے ہی یہ اعلان کردیا تھا کہ اگر اس کو کامیابی ملتی ہے تو وہ مقبوضہ مغربی کنارہ بھی خالی کردیگی، عوام نے اسی پارٹی کے حق میں ووٹ دیا، جبکہ لیکوڈ پارٹی جن کے سربراہ اس وقت بنجامن نیتن یاہو ہیں اور وہ اسرائیل کے کسی خطہ سے دستبردار ہونے کے حق میں نہیں ہیں ان کو صرف تیرہ سیٹوں پر راضی ہونا پڑا، آخر یہ صورتحال کس چیز کا غماز ہے؟

بزدلی یہودیوں کو ورثہ میں ملی ہے، مؤرخین اور مصنفین نے ہمیشہ یہ تحریر کیا ہے کہ یہودیوں کی خاص صفت روباہی ہے، اگر اسرائیل کے پشت پر سپر پاور طاقت نہ ہوتی تو تاریخی واقعات کی روشنی میں یہ یقین کرنا چاہئے کہ اسرائیل جسقدر اسلحے سے لیس ہو جائے وہ نہتوں کو تو ظلم وستم کا نشانہ بنا سکتا ہے لیکن میدان میں جمنا اس کے بس کی بات نہیں، ابھی تک جن محاذوں پر اسرائیل کو کامیابی ملی ہے وہ امریکا کی دین ہے، دشمن اسلام طاقتیں اب یہ راز سمجھنے لگی ہیں کہ اسلامی حکومتوں کو شکست دینا تو آسان ہے لیکن اگر مقابلہ عوام سے ہو جائے تو ان کو شکست دینا لوہے کے چنے چبانا ہے، اس کا تجربہ روس نے افغانستان میں کیا، امریکا کو پہلے افغانستان اور پھر ابھی عراق میں ہورہا ہے، اسی صورت حال کا سامنا اسرائیل کو ہے، امریکا اربوں ملین ڈالر کی امداد تو کرسکتا ہے اور ابھی تک کررہا ہے، اعداد وشمار کے مطابق امریکا ہر اسرائیلی کو سالانہ کم از کم ۵۰۰ر ڈالر کی امداد دیتا ہے، یہ وہ امداد ہے جو جنگی امور اور ہتھیار کی خریداری وتیاری میں کی گئی بیدریغ امداد کے علاوہ ہے، جنگی میدان میں امریکا اس کی حفاظت، عالمی سیاست میں اسکے تحفظ کی ضمانت لے سکتا ہے لیکن فلسطین کی گلی کوچوں میں اس کے لئے چوکیداری ناممکن ہے۔

اسرائیلی عوام نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے اور اب وہ عظیم تر اسرائیلی سلطنت کا خواب دیکھنے کے بجائے اس حقیقت کو دیکھ رہے جو ان کے سامنے ہے اور موت سے بڑی حقیقت دنیا کی پوری تاریخ میں نہ کوئی رہی ہے اور نہ رہیگی، وہ مزید جانی اور مالی نقصان سے دوچار نہیں ہونا چاہتے، ان کو امن درکار ہے چاہے اس کے لئے "عظیم تر صیہونی ریاست" سے دستبرداری کی قیمت چکانی پڑے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس پارٹی کے حق میں ووٹ دیا جو "غزہ پٹی" سے ان کو بچا کرلے آئی اور جس نے ان کو مغربی کنارہ سے بحفاظت لانے کا وعدہ کیا ہے۔ اس وقت اسرائیلی سیاست میں انخلاء کی مخالف صرف دو پارٹیاں ہیں ایک لیکوڈ اور دوسری قدامت پسند پارٹی شاس، باقی جتنی پارٹیاں ہیں وہ ایہود اولمرٹ کے پروگرام کے حامی اور داعی ہیں بلکہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ پہلی مرتبہ روسی نژاد اسرائیلیوں کی پارٹی (ISRAEL BEITEINU) ۱۲ر سیٹیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی، غالبا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ پارٹی بھی انخلاء کی حمایت کررہی تھی، اس سے اسرائیلی عوام میں انخلاء سے دلچسپی اور اس کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایریل شیرون جس کو میڈیا "مرد آہن" کے نام سے یاد کرتا ہے اور جس کو "غزہ پٹی" کے انخلاء کے موقع پر میڈیا نے "امن وسلامتی" کا لقب قرار دیا، لیکن اس کی یادداشت سے یہ بات محو ہوگئی کہ وہ اور ان کے جانشیں ہی صبرا اور شتیلا کے قاتل اور بیت المقدس کی توہین کرنے والے تھے جس کے نتیجہ میں "انتفاضہ" کی تحریک وجود میں آئی، ایریل شیرون نے اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا اسی لیکوڈ پارٹی سے کی تھی جو آج بھی فلسطین کے کسی ذرہ سے دست بردار ہونے کی روادار نہیں ہے لیکن عرصہ ہوا انہوں نے اس پارٹی سے علیحدگی اختیار کرکے ایک نئی پارٹی قدیمہ کے نام سے تشکیل دی تھی، در اصل ایریل شیرون 'خونی مزاج' (جیسا کہ ان کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے) ہونے کے ساتھ ساتھ بیدار مغز سیاست

داں بھی تھے، اس نے اسرائیلی عوام کے اس انخلائی رجحان کو بھانپ لیا تھا، یہی وجہ تھی کہ ہزار مخالفتوں کے باوجود اس نے ایک نئی پارٹی کی بنیاد رکھی تھی جس کی بنیا ہی انخلاء کے منصوبہ پر رکھی گئی تھی۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے تو اس انخلاء کو صیہونیت کی شکست قرار دینا قوم یہود کی تاریخی روایات کے پس منظر میں سیاسی تدبر اور بصیرت کے خلاف ہوگا، البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اسرائیلی حکام نے ایذا رسانی کے ساتھ ساتھ تکلیف پہونچنے اور نقصان اٹھانے کا کچھ مزہ چکھ لیا ہے، اس لئے اب انہیں منزل اس قدر آسان نظر نہیں آ رہی جتنا انہوں نے سمجھ رکھا تھا، غالباً اب وہ اس منصوبہ کی راہ سے زمین پر پھیلنے کے بجائے گھرے ہونے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، اس منصوبہ کے اسباب وعوامل کے طور پر جن امور کو بیان کیا جا رہا ہے ان میں سے کچھ اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ تنظیم بیار ''اوسلو'' سے بے اعتمادی۔

☆ فلسطینی مزاحمت پسند تحریکوں کے ذریعہ پہونچائے گئے نقصانات کا شدت سے احساس اور آیندہ ان نقصانات سے بچنے کی تدبیر۔

☆ شرق اوسط کی جغرافیائی ڈھانچہ کی ترتیب نو میں امریکہ کا تعاون۔

☆ جو یہودی عرب خطوں میں بحیثیت اقلیت کے آباد ہیں ان کا تحفظ۔

اگر اس منصوبہ پر عمل کیا گیا تو اس سے درج ذیل ممکنہ نتائج برآمد ہونے کا خدشہ ہے جو کسی بھی طرح فلسطینیوں کے حق میں مفید ثابت نہیں ہوں گے:

☆ اردن کے نشیبی علاقہ سے لیکر شارع الون تک تقریباً ۱۶ سے ۲۰ کیلومیٹر کا حصہ اسرائیل کا قبضہ۔

☆ ''صحراء یہودا'' جو واحد وہ راستہ ہے جو شہر قدس کو اریحا سے، نہر اردن کی راہ سے جوڑتا ہے، اس صحراء کے تقریباً ۱۰ کیلومیٹر پر مکمل یہودی اجارہ داری۔

☆ اس انخلاء اور فصل کے نتیجہ میں فلسطینی خطہ کا کم از کم دو دیواروں کے ذریعہ محاصرہ۔

☆ انخلاء کے بعد بھی ''مقبوضہ مغربی کنارہ'' کے اہم پانی کے ذخائر پر اسرائیل کا قبضہ۔

☆ انخلاء کے نتیجہ میں اردن کے نشیبی علاقہ میں اسرائیل کی اہم اور اسٹریٹیجک مضبوط حیثیت کی بحالی۔

☆ اس کے نتیجہ میں فلسطینی حکومت کا اپنے دوستوں اور حلیفوں سے محرومی۔

☆ فلسطین کو چار الگ الگ (۱۔شمال ۲۔جنوب ۳۔غزہ۔پٹی ۴۔خطۂ خلیل) دھڑوں میں تقسیم کرنے کی گھناؤنی سازش۔

☆ ان دھڑوں کو ان تنگ گذرگاہوں سے جوڑنے کی سازش جن کے تحفظ کا انحصار اسرائیلی فوج پر۔

☆ جن علاقوں سے یہودیوں کا انخلاء عمل میں آیگا آئندہ اس کو چارہ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے اس پر یہودی لابی کا قبضہ۔

☆ اس انخلاء اور سرحد کی تعیین کے نتیجہ میں دیوار کے مغربی حصہ میں ایسے ۵۳۰۰۰/ افراد کی رہائش جن پر عملاً اسرئیل کی حکمرانی ہوگی۔

☆ اس دیوار کے مغرب میں تقریباً ۱۹/ گاؤں ہونگے، جنکی آبادی ۱/ لاکھ سے زیادہ ہے، اس طرح دیوار کے مغربی حصہ سے متاثر ہونے والے شہروں کی تعداد بڑھ کر ۱۵۰/ ہو جائیگی جن میں تقریباً ۷/ لاکھ کی آبادی کا تخمینہ جو یقیناً دوسرے خطوں سے کٹ کر رہ جائینگے۔

☆ اس دیوار کے مشرق میں ۳۶/ ہزار افراد آباد ہیں، یہ دیوار مغربی حصہ سے ان کے تعلق اور وہاں پر موجود آراضی کو ان کے لئے نا قابل استفادہ بنا دیگی۔

☆ مقبوضہ مغربی کنارہ کی آراضی کا تقریباً 21.3٪ حصہ ان دیواروں سے متاثر ہوگا اور وہ نا قابل استفادہ ہونگی۔

جہاں تک انخلاء پر امریکا کی رضامندی کا تعلق ہے تو اس کو سمجھنے کے لئے چند باتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہے:

☆ قرائن وشواہد سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امریکا کی اصل حیثیت اسرائیل کے محافظ کی ہے۔

☆ افغانستان اور عراق کے دلدل میں امریکا کو یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ عوام سے ٹکراؤ کتنا ضرر رساں اور خطرناک ہوتا ہے۔

☆ فلسطین کی جغرافیائی حالت عراق اور افغانستان سے یکسر مختلف ہے۔

☆ حماس کی موجودگی بھی خطرہ کی گھنٹی ہے جس نے تمام تر تدابیر کے باوجود ابھی تک اسرائیل کی نیند حرام کر رکھی ہے۔

☆ عراق کے دلدل سے نکلنے کے لئے امریکا اب وہاں خانہ جنگی کی بیج بونے میں مصروف ہے۔

ان نکات پر غور کرنے کے بعد اور مغربی کنارہ سے انخلاء کے منصوبہ کی شقوں اور اس کے مضمرات کے تجزیہ کے بعد صاف محسوس ہوتا ہے کہ انخلاء کا منصوبہ ایک منظم سازش ہے، جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ خود الجھے بغیر ان کو اس طرح الجھا دیا جائے کہ وہ اقدام کی پوزیشن سے دفاع کی صف میں جا کر کھڑے ہو جائیں، چنانچہ میڈیا نے اس منصوبہ کے جن مضمرات کی نشاندہی کی ہے اس میں سے چند ملاحظہ ہو:

☆ اسرئیلی نو آبادیات کی حکومت قائم کرکے فلسطین کی سرزمین کو اتنے ٹکروں اور حصوں میں بانٹ دیا جائے کہ وہ آپس میں الجھ کر اپنے بنیادی حقوق اور خصوصاً بیت المقدس اور پناہ گزینوں کے مسئلہ سے غافل ہو جائیں۔

☆ اس منصوبہ پر عمل درآمد کی وجہ سے فلسطینی حکومت بحری، بری اور فضائی ہر لحاظ بے اثر ہو جائیگی حتی کہ ان کا فلسطینی عوام سے بھی صرف انسانی خدمات ہی کے دائرہ میں تعلق رہ جائیگا...... (بقیہ ص ۱۳ پر)





# نئی نسل کی تعلیم وتربیت کی فکر، اصلاح معاشرہ اور اتحاد کی ضرورت

## وقت کے بنیادی تقاضے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے دورہ جمشید پور کی رپورٹ

ترتیب وپیشکش...............محمد وثیق ندوی

مورخہ ۱۴/ اپریل ۲۰۰۶ء بروز جمعہ، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ، وجھارکھنڈ کی دعوت پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے جمشید پور، رانچی کا سفر کیا، یہ سفر امارت کانفرنس میں بطور خصوصی مہمان شرکت کی غرض سے ہوا، چار روزہ سفر میں امارت کانفرنس اور امارت شرعیہ کے زیر اہتمام مختلف پروگراموں میں شرکت کے علاوہ آپ نے مختلف اداروں اور مدرسوں کے ذمہ داروں سے خصوصی گفتگو فرمائی جس میں حالات کے تقاضہ کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنے پر زور دیا، مختلف مدارس اور اداروں کا معائنہ کیا، تعلیم وتربیت، اور دعوت وارشاد کے میدان میں کام کرنے والوں، دانشور اور وکلاء حضرات سے ملاقاتیں رہیں، اور مختلف موضوعات ومسائل پر تبادلۂ خیال ہوا، افادہ عام کے لئے روداد سفر ہدیہ قارئین ہے:

۲۰۰۶/۴/۱۵ء بعد نماز ظہر کریمیہ ایجوکیشنل ٹرسٹ جو کریم سٹی کالج کے نام سے مشہور ہے میں ایک نشست منعقد ہوئی جس میں حضرت مولانا نے تعلیم وتربیت اور علم میں رسوخ حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ مقابلہ کی دنیا ہے، بیداری اور ہر اعتبار سے ترقی کا ثبوت نہ دینے والے پچھڑ جاتے ہیں، ضرورت آگے آنے کی ہے اور علمی میدان میں ترقی اور بہتری پیدا کرنے کی ضرورت ہے، مولانا نے کہا کہ اسلام نے شروع ہی سے تعلیم اور تعلیمی ادارے قائم کرنے پر توجہ دی، سب سے پہلا مدرسہ صفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا، آپ کی سب سے بڑی صفت معلم کی ہے، ہمیں دینی وعصری دونوں طرح کی تعلیم پر توجہ دینی چاہئے، مولانا نے یہ بھی کہا کہ تعلیم انسان سازی کا عمل ہے، اس لئے تعلیمی نظام کو بہتر سے بہتر بنانے کی ضرورت ہے تا کہ ایسے افراد تیار ہوں جو امت کی بلکہ پوری انسانیت کی رہنمائی کر سکیں۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ: زندگی کے تمام اختیار کردہ مقاصد کا اپنا اپنا فلسفہ ہوتا ہے اسی کے مطابق مقاصد کے لئے کام کیا جاتا ہے، لہذا تعلیم کا بھی فلسفہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تعلیم سے کیسا انسان بنانا مقصود ہے، مولانا نے فرمایا: امریکہ کا نظام تعلیم امریکی انسان بناتا ہے اور برطانیہ کا نظام تعلیم برطانوی انسان، اور فرانس کا نظام تعلیم فرانسیسی انسان، ہمیں ایسا نظام تعلیم جاری کرنا چاہئے جو مسلمان انسان بنانے کے ساتھ اچھی قدروں والی زندگی گزارنے والا انسان بنائے۔

نشست کے اخیر میں ڈاکٹر محمد زکریا پرنسپل کریمیہ ایجوکیشنل ٹرسٹ نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، حضرت مولانا نے ٹرسٹ کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور خوشی کا اظہار کیا، اور جناب اشفاق کریم صاحب منیجر کریمیہ ایجوکیشنل ٹرسٹ کو مفید مشورے دیئے۔

بعد نماز مغرب کیریہ میموریل اردو ہائی اسکول میں امارت شرعیہ کے زیر اہتمام علماء اور وکلاء کے ایک خصوصی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے کہا کہ مسلمان جس کام سے جڑا ہے اسی راستے سے قوم کی خدمت کرے، دنیا میں آج مسلمانوں کی جو حالت ہے اس کے سدھار کے لئے تعاون اور ملی اتحاد کی ضرورت ہے، امت اسلامیہ کی یہ خصوصیت رکھی گئی ہے کہ اس میں لوگ ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں، دنیا میں کوئی بھی ایسی امت نہیں ملیگی جس کے افراد ایک دوسرے سے جڑے ہوں، اسلام ہی وہ تنہا مذہب ہے جس میں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ ایک خاندان سا ہے، آپس میں اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بنیادی طور پر اتحاد آپس میں قائم رکھیں۔

حضرت مولانا نے آپسی تعاون پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں اپنے مشترک مفادات اور مقصد کے لئے آپس میں تعاون کرنا چاہئے، جب تک مدد کا جذبہ ہمارے اندر نہیں آئے گا تب تک ہم مطلوبہ انسانی زندگی کے تقاضہ کو پورا نہیں کر سکتے۔

اس سے قبل امارت شرعیہ کے امیر مولانا سید نظام الدین صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کس طرح ہم اپنے مسائل کا حل خود کریں، ہم ایک کلمہ کی بنیاد پر ایک جماعت بن جائیں، مولانا نے عصری تعلیم کیساتھ دینی تعلیم پر زور دیتے ہوئے کہا آج تعلیم تجارت بن گئی ہے جس طرح کی تعلیم اسکولوں میں دی جا رہی ہے اس پر غور کرنا ہوگا، ہم اپنے بچوں کو بہتر اور اپنے اسکولوں میں پڑھائیں لیکن ساتھ ہی ساتھ انہیں دینی تعلیم بھی دیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ''اجلاس ارباب حل وعقد'' منعقدہ ۲۰۰۶/۴/۱۶ء بمقام بہار ایسوی ایشن کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ جمہوریت جو ہمیں مغرب سے ملی اور مغرب سے ملنے والی دوسری

چیزیں افادیت کے ساتھ مضر بھی ہیں، مغرب کی جمہوریت میں خودغرضی کی روح جاری وساری ہے اور اپنے اپنے اغراض کے لئے زوردستی کا استعمال ہے، ہمدردی اور ترغیب کا طریقہ کم ہے، جب کہ اسلام میں طاقت کا استعمال صرف مجبوری کی صورت میں اور صرف اعلیٰ مقصد کے لئے ہے اس لئے ترغیب زیادہ ہے کہا گیا ہے کہ "آخر الدواء الکی" کہ داغ کر علاج کرنا آخری دوا کے طور پر ہے جیسا کہ آپریشن، وعظ ونصیحت، ترغیب ومحبت اور نرمی سے توجہ دلانا اسلام میں بتایا گیا ہے، مغرب والی جمہوریت کو اختیار کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی ضرورت ہے تاکہ وہ ہمارے مقصد اور ضرورت کے مطابق ہو، ہم کو وحدت کے ساتھ کام کرنا ہے، امت مسلمہ کو امت واحدہ کہا گیا ہے اس میں دیگر انبیاء کی امتیں بھی شامل ہیں، یہ امت اگر ٹکڑوں میں بٹی رہی تو ہماری کوتاہی ہوگی، اور یہ نتیجہ ہوگا کہ اس امت نے اپنی امتیت کو قائم نہیں رکھا اور یہ بڑے خطرہ کی بات ہوگی۔

حضرت مولانا نے امیر کی اطاعت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک امت ہوگی تو ان کا ایک سربراہ ہوگا، امیر کی اطاعت لازم ہے، آج ہم میں انتشار ہے، مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں، یہ بڑی بدقسمتی ہے، یہ امارت شرعیہ جس کی دعوت پر ہم سب جمع ہیں، اسی اتحاد امت کے تصور پر قائم ہے، امارت اصلاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور یہ سارے امیر آپؐ کے نائب امیر ہیں، امارت کے اصول کو اپنا کر ہمارے مسائل بخیر وخوبی حل ہوں گے، ہماری یہ وحدت امت کو بہت بڑے خطرہ سے بچائے گی۔

حضرت مولانا نے امارت شرعیہ کے امیر کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ مولانا سید نظام صاحب صاحبِ بصیرت، صاحب دانش ہیں سب کو ان کی سربراہی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

اس موقع پر حضرت مولانا نے متعدد کتابوں کا اجراء بھی کیا۔

ابتداء میں جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اتحاد ملت کی اہمیت پر تجویز پیش کی اور مولانا عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کی تائید میں خطاب کیا۔

استاذ محترم جناب سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اتحاد ملت سے متعلق تجاویز پر اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ امارت شرعیہ کا نظام امت کے سارے مسائل سے متعلق ہے اور اس کا دائرہ فقہی مسائل تک محدود نہیں ہے، امت کو مسائل حل کرنے کے لئے جس بصیرت ونور کی ضرورت ہے ان تجاویز سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور امارت کانفرنس کے موضوعات اس بصیرت وواقفیت کی بنیاد پر منتخب کئے گئے ہیں، وحدت کا تصور اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے، یہ دنیا کی دوسری امتوں میں نہیں ہے، اس کو ہمارے دشمن اچھی طرح جانتے ہیں کہ وحدت کو توڑ کر امت کو نقصان پہونچایا جاسکتا ہے، صلیبی جنگ میں فرانس کا بادشاہ لوئیس نہم منصورہ میں جب گرفتار ہوا اور اس نے رہائی کے بعد تونس کا رخ کیا اور راستہ میں بیمار ہوگیا تو مرنے سے پہلے اس نے ایک وصیت کی کہ اس امت کو شکست جنگ سے نہیں دی جاسکتی، اس کو شکست دینے کا واحد راستہ اس کی وحدت کو ختم کرنا ہے، اور اس کے جذبۂ شہادت کو ختم کرنا ہے، اس مقصد کے حصول کے لئے سارے وسائل اختیار کئے جائیں، ابھی ایک رپورٹ آئی ہے اس میں بھی اسی پہلو کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ امت اسلامیہ کی وحدت کو توڑا جائے، فقہی بنیاد پر مسلمانوں میں اختلافات پیدا کئے جائیں، پرانے مسائل کو چھیڑا جائے تاکہ یہ آپس میں لڑیں، عربوں کو عجمیوں سے لڑادیا جائے، اقتصادی بنیاد پر، غریب وامیر کی بنیاد پر، سیاسی بنیاد پر، اشتراکی اور سرمایہ دارانہ بنیاد پر ان میں کشمکش پیدا کی جائے، اگر یہ سب کرلیا جائے تو پھر ہمیں ان سے لڑنے کی ضرورت نہیں، لہذا مسلمانوں کو دشمن کی سازشوں اور وسائل سے واقف ہونا چاہئے تاکہ بہتر طریقہ پر اس کا مقابلہ کیا جاسکے، اس کے لئے علمی وتحقیقی میدان میں ترقی کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ نے امت اسلامیہ کو خیر امت بنایا ہے اور اس پر دوسروں کی نگرانی ڈالی ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہم سب اس کے نظام کے مطابق اس دنیا کا نظام درست کریں، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بڑی صلاحیتیں دی ہیں اور حکم دیا ہے کہ اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاؤ، ایک ایک شخص نے پورا پورا ملک اور معاشرہ بدل دیا ہے، مسلمانوں نے تاریخ کے چھ سو سال ایسے گذارے ہیں کہ ان سے زیادہ کوئی مہذب اور تعلیم یافتہ کوئی قوم نہیں تھی، اور پھر جب ہم نے سستی کی تو دوسرے ہم سے آگے بڑھ گئے، چنانچہ ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنے معاشرہ کو بہتر بنانے کی فکر کریں اور انتشار سے بچیں اور اپنے اسلاف کی طرح علم میں امتیاز پیدا کریں۔

اس موقع پر امیر شریعت حضرت مولانا نظام الدین صاحب نے اسلام کے جماعتی نظام کو مضبوطی فراہم کرانے، نیز معاشرہ میں پھیلی برائیوں کے سدباب کی راہ ہموار کرنے اور ملک وملت کی تعمیر کے طریقوں پر تفصیل سے گفتگو کی۔

کانفرنس کی دوسری تجویز تعلیم سے متعلق تھی۔

اس موقع پر جناب مولانا حمید الدین عاقل حسامی صاحب، مولانا سمیع جعفری صاحب، حکیم عرفان الحسینی صاحب، مولانا فضل الرحمٰن بلال عثمانی صاحب اور مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مولانا ظفیر الدین صاحب نے مدارس دینیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

بعد نماز عصر ۱۶؍اپریل کو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا نظام الدین صاحب نے آزاد نگر میں امارت شرعیہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔

بعد نماز مغرب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے جامع مسجد ساکچی جمشید پور میں عوام سے خطاب کیا، حضرت مولانا نے تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ مغرب دنیاوی اعتبار سے ترقی کرچکا ہے اور ساری دنیا اس ترقی کو دیکھ کر متاثر ہورہی ہے، لیکن اخلاقی اعتبار سے مغرب بالکل کھوکھلا ہوچکا ہے، ہر معاشرہ کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں، ہمیں حکم ہے کہ جہاں اچھی بات ملے اسے اپناؤ، چنانچہ مغرب کی وہ چیزیں لی جاسکتی ہیں جو ہمارے عقائد ومسلمات اور دینی واخلاقی اقدار وروایات سے متعارض نہ ہوں۔



حضرت مولانا نے بچوں کی تعلیم وتربیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ انسان اپنے گردوپیش کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے، گھر کا ماحول، محلّہ کا ماحول، سماج کا ماحول، اسکول کا ماحول، مدرسہ کا ماحول، انسان سب سے پہلے اور بنیادی طور پر گھریلو ماحول سے متاثر ہوتا ہے، اس لئے والدین کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کے لئے اچھا ماحول فراہم کریں، اور ان کی تعلیم وتربیت کا صحیح ومناسب بندوبست کریں، کیونکہ تعلیم ہی سے انسان نے مطلوبہ ترقی کی ہے اور فائدہ اٹھایا ہے، چنانچہ تعلیم میں جو کمزور ہوتا ہے، وہ طاقتور کا مقابلہ نہیں کرسکتا، جو تعلیم حاصل نہیں کرتا وہ پچھڑ جاتا ہے، چنانچہ مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں ترقی حاصل کرنی چاہئے تاکہ علمی، فکری اور ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرسکیں، دشمن نے اسی راستہ سے ہم پر غلبہ حاصل کیا ہے، ہم پر ایک دور سامراج کا گذرا ہے جس میں مسلمان پست ہمت کردیئے گئے تھے، لیکن اب وہ دور ختم ہوچکا ہے، اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ مسلمان اپنی ترقی اور بہتری کی فکر کریں، اور الحمدللہ اب بیداری پیدا ہورہی ہے۔

مولانا نے تعلیم کے پہلو پر بار بار زور دیتے ہوئے فرمایا کہ تعلیم کا مسئلہ بڑا اہم ہے، اس سے انسان بنتا ہے اور اس سے اسے ترقی کا راستہ معلوم ہوتا ہے ہم کو چاہئے کہ ہم مستقبل کی بہتری کے لئے ضروری تیاری کریں ورنہ پچھڑ جائیں گے، یہاں ہم اقلیت میں ہیں، حکومت سیکولر ہے اس لئے ہمیں خود ہی فکر کرنی ہے، جنوبی افریقہ میں میں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے تعلیم کے چار طریقے اپنائے ہیں، ایک طریقہ ابتدائی مکاتب کا بنیادی تعلیم کے لئے جس میں عقائد اور مذہب کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے، دوسرا طریقہ ثانوی تعلیم کے لئے اسکول قائم کرنے کا جو اسلامی اسکول کہے جاتے ہیں، اس میں حکومتی نصاب کیساتھ اپنے لحاظ کی چیزیں داخل کی ہیں، تیسرا طریقہ حکومتی اسکولوں کے لئے معاون دینی اسکولوں کا، حکومتی اسکولوں سے چھٹی پانے کے بعد بچے دوتین گھنٹے یہاں پڑھتے ہیں، چوتھا طریقہ دینی مدارس ہیں علماء تیار کرنے کے لئے، ان سب کی تعلیم ایک ضرورت ہے، جس سے مفر نہیں، امریکہ وغیرہ میں ہائی اسکول تک کی تعلیم لازمی ہے، ہم کو بھی تعلیم لازم کرنا چاہئے، اس کی ہمیں خود فکر کرنی ہے۔

اجلاس عام منعقدہ ۱۶؍۴؍۲۰۰۶ء بعد نماز عشاء بمقام گاندھی میدان آزادنگر، جمشید پور میں حضرت مولانا مدظلہ العالی نے شرکت کی، مجمع غفیر کو خطاب کرتے ہوئے مولانا مدظلہ العالی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ اللہ کو کتنا یاد کرتا ہے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کتنی کوشش کرتا ہے، اللہ نے بہت سی مخلوقات پیدا کیں، جب فرشتوں کو خلقت آدم پر اعتراض ہوا تو اللہ نے جواب دیا کہ ہم جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے، اسے خلیفہ بنایا گیا ہے، یعنی اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارے اور دوسروں کو بھی اس پر چلائے، روز ازل میں اللہ نے سب سے عبادت کا وعدہ لیا ہے پھر اسے یاد دلانے کے لئے اللہ نے انبیاء بھیجے جو برابر اس وعدہ کو یاد دلاتے رہے، اللہ نے انسان کو جانوروں کی طرح نہیں پیدا کیا، اس کے لئے اس کائنات کو مسخر کیا، اسے تفریحاً نہیں پیدا کیا، بلکہ ذمہ داری اٹھانے کے لئے پیدا کیا، انسانوں پر خود اپنی ذمہ داری بھی ڈالی، اور دوسروں کو بھی راہ راست پر لگانے کی ذمہ داری ڈالی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس ذمہ داری کے متعلق پوچھے گا کہ پوری کی یا نہیں، شیطان انسان کا دشمن ہے، اللہ نے اس سے خبردار کیا ہے اس لئے اس سے بچتے رہنا چاہئے۔

حضرت مولانا نے اصلاح معاشرہ پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسراف، بخل اور ایذارسانی سے منع کیا ہے لہذا مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچنا چاہئے، مولانا نے آخرت کی زندگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ آخرت کی زندگی دائمی زندگی ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہے، لہذا اس کی فکر کرنی چاہئے، مولانا نے علماء سے رہنمائی لینے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں، شادی وغیرہ کے موقع پر علماء کی طرف رجوع کریں، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کریں، اور یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہمارا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو۔

حضرت مولانا نے تقویٰ والی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ احتیاط کا دوسرا نام تقویٰ ہے، لہذا ہر کام میں احتیاط کا خیال رکھا جائے، سب کے حقوق ادا کئے جائیں، ماں باپ کی نافرمانی سے بچا جائے، جہیز کا لینا دینا ناجائز ہے، حرام مال کھانے والوں کو قیامت میں ان کا حرام مال گرم کرکے ان کو داغا جائے گا، ساری خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ ہمارا احساس مردہ ہوتا جارہا ہے، ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم کس گناہ میں مبتلا ہیں، انسان دنیا میں زمین جائداد، دوست واحباب سب کو چھوڑ کر جاتا ہے فرشتے قبر میں سوال کرتے ہیں، اگر زندگی صحیح گذری ہے تو صحیح جواب دیتا ہے ورنہ جواب نہیں دے پاتا، لہذا انسان کو آخرت والی زندگی کی فکر کرنی چاہئے۔

حضرت مولانا نے الکبیر پالی ٹیکنک کالج کا بھی معائنہ کیا، اور تمام شعبوں کا جائزہ لیا اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ یہاں ٹیکنیکل تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔

۴؍۱۸ کو نماز عصر سے پہلے حضرت مولانا جاوید صاحب کے مکان پر عورتوں کو خطاب کیا، حضرت مولانا نے عورتوں کو سنت رسول کے مطابق زندگی گذارنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ یہاں جو جمع ہوتی ہیں اور دین کی باتیں سنتی ہیں، اس کی صورت غذا کی ہے، جو کہ انسان کی لازمی ضرورت ہے، ہم کھانا کھاتے ہیں جس کے نتیجے میں ہمارا جسم کام کرتا ہے، اگر ہم کھانا چھوڑ دیں تو جسم کمزور ہوجائے اور کام بند ہوجائے، دین کی غذا نہ لینے سے دین کا کام نہیں کرپائیں گے، دین کا کام اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گذارنا ہے، اللہ نے مرد وعورت کو پیدا کیا، یہ اللہ کی حکمت ہے اور فرمایا

﴿یا ایھا الناس اتقوا ربکم ــــ الخ﴾ تقویٰ کے معنی بچاؤ کے ہیں کہ کہیں کانٹا اور روڑا ہو تو سنبھل سنبھل کر چلیں، اسی طرح زندگی میں سنبھال سنبھال کر قدم رکھنا یہ تقویٰ ہے یعنی اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزارو۔

حضرت مولانا نے شکر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ہمیں ساری سہولیات دی ہیں، بارش برسائی، پانی دیا، آدمی کو جب کوئی دشواری پیش آتی ہے تو اس وقت اس کو اللہ یاد آتا ہے، اللہ کو ہم عیش و آرام میں یاد نہیں کرتے، ایک نعمت بھی اللہ چھین لے تو ہمارا زندہ رہنا مشکل ہو جائے، ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے اور شکر یہ ہے کہ اسکے حکم کے مطابق زندگی گذاریں، صرف زبان سے "اے اللہ تیرا شکر" کافی نہیں ہے بلکہ عمل سے اللہ کا شکر ادا کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے، آپ کی زندگی میں ہمارے لئے ہر حال میں نمونہ ہے۔

دوران سفر حضرت مولانا کا قیام اعجاز صاحب کے مکان پر رہا، آخری دن مولانا عبدالعزیز صاحب ندوی کے مکان پر قیام ہوا۔

چار روزہ سفر کے بعد حضرت مولانا اپنے رفقاء سفر کے ساتھ بخیر و عافیت ۱۹/۳ کو اپنی قیام گاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء واپس تشریف لائے۔

امارت کانفرنس میں حضرت مولانا مدظلہ العالی کے علاوہ درج ذیل علماء بھی شریک ہوئے اور تقریریں کیں۔

جناب مولانا حمید الدین عاقل حسامی صاحب امیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش، جناب مولانا طیب الرحمن صاحب امیر شریعت آسام، جناب مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب، مفتی دارالعلوم دیوبند، جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، جناب مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب ناظم امارت شرعیہ، جناب مولانا حکیم محمد عرفان الحسینی صاحب، رکن مسلم پرسنل لا بورڈ، کلکتہ، جناب مولانا احمد علی قاسمی صاحب۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ ص:۹)

اور گارجین علاج کی ذمہ داری خود لیں، ضرورت ہو تو سرکاری اسپتالوں سے بھی تعاون حاصل کیا جائے۔

۱۳۔ یہ کہ دارالاقامہ پھسڈی اور کمزور طلبہ کے اکسٹرا کلاسز کا نظم کرے۔

اس وقت یہ باتیں دارالاقامہ سے متعلق ذہن میں آئیں جن کو منضبط کر کے آپ کو سنا دیں ان میں اضافہ کی گنجائش ہے، اگر دارالاقامہ ان صفات سے موصوف ہوگا اور نظام دارالاقامہ و مدرسہ باہم متعاون ہوں گے تو ایک طالب علم کی تعلیم و تربیت بہتر طور پر ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں گارجین اور گھر کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بچہ کی ضروریات مہیا کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور ادارہ کا بھرپور تعاون فرمائیں، دوسری بات یہ کہ ہلکی پھلکی ضرورتوں پر بچہ کو دارالاقامہ سے نہ بلائیں، اور سخت ضرورت پر بلائیں تو بے ضرورت بچہ کو روک کر اس کی تعلیم و تربیت نہ متاثر کریں، تیسری بات یہ کہ جب بچہ گھر آئے تو تربیت کو خراب کرنے والے مشاغل جیسے ٹی وی، سنیما یا میلا وغیرہ میں چھوٹ دے کر دارالاقامہ اور مدرسہ کی محنت پر پانی نہ پھیر دیں۔

دارالاقامہ ہمیشہ مدرسہ کے تابع ہوتا ہے لہذا منتظمین حضرات اس میں کوتاہی نہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مدارس اور دارالاقاموں کی حفاظت فرمائے، ہمارے معاشرہ کی اصلاح فرمائے، اور ہمارے بچوں کو ہر برائی سے محفوظ فرما کر ان کو علم نافع ودیعت فرمائے اور اعمال مقبولہ کی توفیق سے نوازے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

## اسکولوں کے ذمہ داران کے لئے خوش خبری
## اسلامیات کی انگریزی و اردو نصابی کتابیں

**(محمد الیاس ندوی بھٹکلی)**

مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کرناٹک کے زیر اہتمام عصری اسکولوں کے لئے بنیادی اسلامی تعلیمات پر مشتمل یو کے جی و پہلی تا دسویں گیارہ نصابی کتابیں اسلامیات کے نام سے تیار کی گئی ہیں، اسلامیات کے نام سے اس نصابی سیریز میں دس اہم دینی مضامین حفظ و ناظرہ و ترجمہ قرآن، حدیث شریف، عقائد، سیرت نبوی، اسلامی تاریخ، دعاؤں اور اخلاقیات کو شامل کیا گیا ہے، بقول حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی: اسلامیات کی یہ کتابیں طلبہ کی نفسیات اور ان کی علمی سطح کے پیش نظر آسان، سہل اور عام فہم انداز میں تیار کی گئی ہیں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر نسیم احمد صاحب کا کہنا ہے کہ یہ نصاب اس انداز سے تیار کیا گیا ہے کہ اسکولوں میں ہفتہ میں ایک گھنٹہ بھی دینی تعلیم کے لئے مختص کیا جائے تو بچوں کو شریعت اسلامی کے مبادیات سے بخوبی واقفیت ہو سکتی ہے، یہ کتابیں الحمدللہ پورے ملک کے دو سو سے زائد اسکولوں میں داخل نصاب ہیں جہاں پڑھنے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے، اور اس کا برطانیہ میں انگریزی ترجمہ بھی ہوا ہے۔

اسکولس و کالجز کے ذمہ داران سے گزارش ہے کہ اس نصابی کتابوں کو اپنے اسکولوں میں ضرور داخل نصاب فرمائیں۔ یہ کتابیں اردو، انگریزی کے علاوہ ہندی و کنڑی میں بھی شائع ہوئی ہیں۔

**ملنے کے پتے**

**۱۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی**
پوسٹ بکس نمبر ۳۰ بھٹکل کرناٹک
فون نمبر 08385-226381 موبائل 09343410190

**۲۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام**
ندوۃ العلماء لکھنؤ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ یوپی
فون نمبر 052-2741539 موبائل 09335223411





Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
پروپرائٹر: ولی اللہ
Waliullah Jewllers
ولی اللہ جویلرس
All Kinds of Gold, Silver & Dimond Jewllery
Jute Wali Gali, Aminabad, Lucknow

Shop: 0522-2617956
حرمین ٹریڈرس
حرمین بک ڈپو
دکان نمبر: 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر لی این ورما روڈ، امین آباد، لکھنؤ

طلباء و تاجرانِ کتب کے لئے خاص رعایت
صدیق بک ڈپو، امین آباد پارک، لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابلِ اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered
Sherwanis, Pullowers, Jachets, Kurta-Suit,
Night Suits, Gown &Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
men mark®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone: (S) 2616946 (R) 2627443

Maqbool Mian Jewllers
مقبول میاں جویلرس
Jute Wali Gali, Aminabad, Lucknow - 2258115

MIRZA TOOR & TRAVEL
مرزا ٹور اینڈ ٹریول (رجسٹرڈ) لکھنؤ
حج عمرہ ٹور آرگنائزر اینڈ گائیڈ سروس
U.G. 29 AVADH POINT, NAKKHAS CROSSING, LUCKNOW 2258115
Ph: 2240381/2240580 Mob: 9415426138
E-Mail: mirzatour-t rawel hotmail.com